THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Wednesday, June 16, 2010
(62nd Session)
Volume VI No.10
(Nos 1-12)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran……………………...	1
2.	Leave of Absence……………………………………..	2
3.	Laying of Report of the Standing Committee on Finance, Revenue, Economic Affairs, Statistics, Planning and Development……………..…	2-16
4.	Discussion on the Motion to Make Recommendations on the Annual Budget Statement, 2010-11…………...	17-57

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume VI No. 10 SP.VI(10)/2010 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday 16th June, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at fifty seven minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ
کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ
وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ
بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ
لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ۔ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ مَاۡوٰىہُمُ النَّارُ ؕ وَ لَبِئۡسَ
الۡمَصِیۡرُ ۔

ترجمہ: جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بد کردار ہیں۔ اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خدا) کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ (اور) ایسا خیال نہ کرنا کہ کافر لوگ (ہم کو) زمین میں مغلوب کر دیں گے۔ (یہ جا ہی کہاں سکتے ہیں) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

سورۃ النور آیات (55تا57)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Now, we will take up the leave applications

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب عبدالنبی بنگش صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 14 تا 18 جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب حاجی محمد عدیل صاحب ناسازئ طبع کی بنا پر مورخہ 15جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: Yes, Item No.2, Senator Ahmed Ali may move Item No. 2 please.

Laying of Report of the Standing Committee on Finance, Revenue, Economic Affairs, Statistics, Planning and Development

Senator Ahmed Ali: Mr. Chairman! I beg to lay on the table of the House 74 unanimous recommendations of the Senate Standing Committee on Finance, Revenue, Economic Affairs, Statistics, Planning and Development on Finance Bill Annual Budget Statement 2010.

Mr. Chairman: Report stands presented.

(Thumping of desks)

Mr. Chairman: We may now resume consideration of the following motion moved by Dr. Abdul Hafeez Shaikh, Minister for Finance, Revenue, Planning and Development.

سینیٹر احمد علی: جناب! مجھے ابھی بولنا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کو بولنا ہے۔

سینیٹر احمد علی: جی جناب۔

جناب چیئرمین: چلیں ٹھیک ہے، آپ نے بھی کچھ کہنا ہے۔

سینیٹر احمد علی: جناب! اجازت ہے۔

جناب چیئرمین: ضرور بولیں۔

Senator Ahmed Ali: Sir, I beg to move the unanimous recommendations from No. 1 to 74 made by the Standing Committee on Finance, Revenue, Economic Affairs and Statistics laid on the table of the House be passed by the Senate and transmitted to the National Assembly under Article 73 of the Constitution.

Mr. Chairman: Report stands presented.

آپ نے اس کے علاوہ اور کچھ تو نہیں بولنا۔

سینیٹر احمد علی: جناب! ابھی تو سارا کچھ بولنا ہے۔

جناب چیئرمین: جی بولیں۔

Senator Ahmed Ali: Sir, I have the honour to inform the august House that the Committee received 235 recommendations from the honourable Members of the Senate on 8th June. The Committee held 9 meetings to deliberate these recommendations one by one and working in a bipartisan spirit came up with 74 unanimous recommendations.

Sir, this was the first Finance Bill, which was referred to the Committee after the passage of the 18th Constitutional Amendment. Amendment of Article 73 allows the Senate and the Committee 14 days to submit its recommendations to the National Assembly but

despite allowing more time the pressure of work did not abate, more time means, more days under pressure. Sir, I wish to place on record the appreciation of the Committee and my personal gratitude to Ex−senator Ch. Muhammad Anwar Bhinder for taking pains to sift various statutes that are being amended in this Finance Bill and proposing improvements in law and drafting. He was successful in persuading and convincing concerned ministries to agree to 18 legal proposals in these statutes.

Sir, I heartily thank for allowing Mr. Anwar Bhinder to help this Committee in this laborious task and for extending your much needed support to me personally during the seven day marathon deliberations of the Committee. Sir, I would also like to take this opportunity to thank the Members of the Committee and place my appreciation for the valuable contribution made by Senators Mohammad Ishaq Dar, Prof. Khurshid Ahmed, Syeda Sughra Imam, Islamuddin Shaikh, Haroon Khan, Dr. Safdar Ali Abbasi, Mrs. Kalsoom Perveen, Talha Mehmood, Ilyas Ahmed Bilour, Syed Javed Ali Shah and Waqar Ahmed Khan during the deliberations of the Committee.

I would also like to appreciate the patience and valuable contribution of Special Secretary Finance Mr. Asif Bajwa and officers of the Ministry of Finance, Chairman FBR Mr. Sohail Ahmed and his team, Member Planning Commission Lt. Gen ® Zubair Ahmed, Secretary Interior, Secretary Statistics, MD. PEPCO, Chairman NHA and Additional Secretary, Ministry of Water and Power in the meetings. I also appreciate the interest taken by members of this august House for sending 235 proposals brfore the agreed deadline. Sir I also wish to place on record my appreciation for the hard work put in by Special Secretary Senate Mr. Iftikhar Ullah Babar and Secretary Committee Ms. Iffat Mustafa for preparing this

voluminous report to the satisfaction of the Committee. Last but not the least I commend Stenographers Mr. Farhan and Mr. Mahmood, Branch Assistant Mr. Saleem and duplicating machine operators Mr. Hafeez and Liaquat for typing and preparing this report on time. Thank you Sir.

(Thumping of desks)

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب! آپ اس پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

جناب چیئرمین ! میں سب سے پہلے اس ایوان، خصوصی کمیٹی کے چیئرمین اور رفقاء کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جنہوں نے بڑی محنت سے اور Senate کی روایات کو قائم رکھتے ہوئے، Budget, Finance Bill اور بحیثیت مجموعی ملک کے معاشی حالات میں جو اقدامات کرنے ضروری ہیں، ان کو اس report کی شکل میں پیش کیا۔ میں آپ کی اجازت سے اور کمیٹی کے ارکان کی طرف سے چند باتوں کو highlight کرنا چاہتا ہوں تاکہ حکومت ان کا جلد از جلد notice لے سکے اور National Assembly ان کی روشنی میں Finance Bill and Budget میں ترامیم کر سکے۔

جناب والا! پہلی چیز یہ ہے کہ Senate کی کمیٹی نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ جو قانونی تبدیلیاں کی ہیں ان کا تجزیہ کیا ہے اور آپ نے دیکھا کہ دو درجن سے زیادہ مقامات ایسے تھے جو فنی اعتبار سے اور technical بنیادوں پر جن میں سقم تھا۔ Senate یہ کام ماضی میں بھی کرتا رہا ہے لیکن میں اس موقع پر Law Division and Finance Division کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ Cabinet and Parliament میں پیش کرنے سے پہلے یہ کوشش کریں کہ قانونی اعتبار سے کوئی خامی، کوئی خلا الفاظ کے انتخاب میں کوئی بے احتیاطی نہیں ہونی چاہیئے۔ بلاشبہ Parliament کا کام ہے کہ وہ ایسے lapses کو گرفت میں لائے لیکن یہ ان کی اولین ذمہ داری ہے اور مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہو رہا ہے کہ Senate تقریباً پانچ سالوں سے کوشش کر رہا ہے کہ اس نوعیت کی جو کمزوریاں اور خامیاں ہیں، ان کی نشاندہی کرے۔ جناب والا! میں آپ کے علم میں یہ بات بھی لاؤں کہ Senate کی یہ کمیٹی اس طرح کام کرتی ہے کہ ایک طرف یہ پوری کمیٹی متعلقہ وزارتوں کے نمائندوں کے ساتھ بیٹھ کر کام کرتی ہے اور دوسری طرف ہمارے legal experts جو حکومت کے legal

experts ہیں یا FBR کے نمائندے ہیں، ان کے ساتھ بیٹھ کر ایک ایک point کو discuss کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ process غیر ضروری ہے لیکن ہمیں اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ حکومت اور ہماری وزارتیں اپنی ذمہ داری ٹھیک ٹھیک ادا نہیں کر رہے۔ جناب چیئرمین! اس لیے میں سب سے پہلے بڑے ادب سے لیکن دل سوزی کے ساتھ یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ان وزارتوں کو اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہئیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ جس کو general recommendations میں پائیں گے، دو چیزیں ایسی جن کو highlight کرنا بہت ضروری ہے۔ پہلی یہ ہے کہ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں Cabinet کے جن فیصلوں کا اعلان کیا، ان کی بجٹ میں عکاسی نہیں ہو رہی، یہ بڑا serious laps ہے، اعلان ہوتا ہے کہ non salaried current expenditure freeze کیا جا رہا ہے لیکن وہ بجٹ میں frozen نہیں ہے۔ اسی طریقے سے اٹھارہویں ترمیم کی روشنی میں جو موضوعات صوبوں کو منتقل ہو چکے ہیں کوئی جواز نہیں ہے کہ انہیں آئندہ فیڈرل گورنمنٹ کے consolidated fund کی income میں ظاہر کیا جائے لیکن ظاہر کیا گیا ہے۔ آپ general provision میں دیکھیے کہ سینیٹ کی کمیٹی نے ان تمام خامیوں کو متوجہ کیا ہے اور میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ قومی اسمبلی بجٹ میں ترامیم کے بغیر منظور نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ یہ بہت بڑی anomaly ہو گی کہ ایک طرف آپ ایک policy decision لیتے ہیں، سینیٹ اس کی روشنی میں آپ کو سفارش کرتا ہے اور اس کے باوجود بھی آپ بجٹ کو خام شکل میں، جو کہ دستور یا آپ کی پالیسی سے متصادم ہے، پاس کر لیں۔ اس لیے میں یہ بات عرض کروں گا کہ گورنمنٹ کو سینیٹ کی ان تجاویز کو بہت ہی seriously لینا چاہیے اور جو وقت ان کے پاس ہے اس میں ان تمام مقامات پر بجٹ کو thoroughly revise کریں، بجٹ کو خام شکل میں نہیں بلکہ اپنی مناسب اور صحیح شکل میں پاس ہونا چاہیے۔

جناب والا! میں تیسری بات یہ کہوں گا کہ سینیٹ نے اس سے پہلے بھی متوجہ کیا ہے اور اس مرتبہ بھی بہت ہی واضح recommendations دی ہیں جسے FBR, Ministry of Finance and Ministry of Law نے کمیٹی کی meeting میں منظور کیا ہے، یہ متفق علیہ ہے اور اس میں اپوزیشن اور گورنمنٹ کے نمائندے کا کوئی فرق نہیں ہے، فرق صرف زبان کا ہے اور وہ یہ ہے کہ supplementary grant کا جو قبیح مذاق ہم پر مسلط ہو گیا ہے اسے اب ختم ہونا چاہیے۔ اس بات کا کوئی جواز نہیں کہ تین ساڑھے تین سو ارب supplementary grant پارلیمنٹ کی اجازت کے

بغیر منظور کر لیں اور بعد میں documents پیش کر دیں۔ اس لیے سینیٹ نے یہ تجویز کیا ہے کہ quarterly review ہونا چاہیے، mid term review پارلیمنٹ میں آئے اور اگر آپ کو کسی شعبے میں مزید ضرورت ہے تو اسے پارلیمنٹ کی اجازت سے آگے بڑھائیں۔ جہاں تک ایک division میں re-appropriation کا تعلق ہے تو وہ کیبنٹ کی اصطلاح میں ہو سکتا ہے لیکن نئے اخراجات، یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ بہت ہی بنیادی چیزیں ہیں۔

جناب چیئرمین! میں دو تین چیزوں کا اور اشارہ کروں گا کہ sales tax میں جو one percent کا اضافہ کیا گیا ہے اس پر کمیٹی نے بہت غور کیا ہے اور میں حکومت کی پارٹیوں کے نمائندوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اپوزیشن کی تجویز پر خاصی بحث کے بعد اتفاق کیا کہ تین مہینے کے لیے one percent اضافے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس لیے ہم recommend کر رہے ہیں کہ sales tax میں جو one percent کا اضافہ کیا گیا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ آپ نے جو تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے اس کے بارے میں ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ضروری ہے۔ اس زمانے میں inflation اس سے زیادہ بڑھا ہے لیکن ہماری نگاہ میں یہ بات انصاف کے منافی ہے کہ grade one سے grade 16 کے ملازمین اور 17 سے 22 کے ملازمین کو مساوی increment دیا جائے۔ ہماری نگاہ میں ضروری ہے کہ جو کم تنخواہ والے ہیں ان کو زیادہ ملے۔ اس لیے سینیٹ کی کمیٹی نے یہ تجویز کیا ہے کہ ان کو 60% ملنا چاہیے۔ اسی طرح پنشن کے معاملے میں ہم نے یہ بات کہی ہے کہ تین ہزار کافی نہیں ہے، minimum چار ہزار ہونے چاہییں۔ جناب چیئرمین! اگلی بات بڑی اہم ہے کہ آپ نے سب کو 50% اضافہ دیا ہے لیکن minimum wage میں صرف ایک ہزار کا اضافہ کیا ہے، یہ تضاد ہے، یہاں بھی وہی proportion ہونا چاہیے۔ اس لیے سینیٹ نے تجویز کیا ہے کہ یہ 6 ہزار کی بجائے 9 ہزار ہونا چاہیے۔ یہ چند ضروری چیزیں تھیں جن کی طرف میں نے اشارہ کرنا تھا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ میں کمیٹی کے چیئرمین صاحب اور پروفیسر خورشید صاحب کی باتوں کو repeat نہیں کروں گا۔ میں سب سے پہلے تو چیئرمین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ in line with previous seven years

tradition, he was tolerant اور جو recommendations آئیں ان پر ہم نے بڑا تحمل کر اپنے ساتھیوں کو سنا، محکموں کو بھی سنا اور جو مختلف stake holders ہیں ان کو بھی سنا لیکن at the end of the day جو ایک by partisan approach ہوتی ہے، پچھلے کئی سالوں سے جب سے ہم سنیٹ میں ہیں، اس کو ہم نے demonstrate کیا اور minority members ہوتے ہوئے بھی اللہ کے فضل سے 74 consensus recommendations آپ کے سامنے پیش ہو چکی ہیں۔ اس میں پروفیسر صاحب نے کافی چیزوں کا ذکر کیا ہے، اس کو repeat کیے بغیر ایک عرض کروں گا کہ یہ unfortunate ہے کہ جو ہمارے محکموں یا کوئی بھی ہو، اس میں صرف Finance Ministry, FBR یا دوسرے نہیں ہیں، ان سب کی quality of out put dilate ہو رہی ہے، ہمیں اسے check کرنا ہوگا۔ مثلاً آپ نے دیکھا کہ 9جون کو ایک amended budget in brief اس ایوان میں اور نیشنل اسمبلی میں پیش کیا گیا، آج بھی اس میں بہت غلطیاں ہیں۔ یہ بڑی بد قسمتی ہے، یہ quality of work کو reflect کرتی ہے کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے ذکر کیا کہ ہم صوبوں کو کچھ محکمے، کچھ revenues اٹھارہویں ترمیم کے ذریعے devolve کر چکے ہیں، اس کے باوجود اسی budget in brief میں صفحہ 11 پر آج بھی Capital Value Tax show کیا جا رہا ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ 4.7ارب یا 4 ارب 70 کروڑ روپیہ collect کرے گی۔ اس طرح کی بے شمار غلطیاں ہیں۔ یا تو ہم ان چیزوں کو issue بناتے جو کہ ہمیشہ اپوزیشن بناتی ہے، اس میں رخنہ ڈالتے اور وقت ضائع کرتے لیکن ہم نے یہ نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیزیں آئندہ repeat نہیں ہونی چاہئیں۔ Finance Ministry اس کو challenge کے طور پر note کرے، یہ بجٹ کی تضحیک ہے، یہ بجٹ کے ساتھ مذاق ہے، یہ بڑا sacred document ہوتا ہے۔ جیسے پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ 370 ارب روپے کی ایسی supplementary grants ہیں یا expenditure over run ہے کہ ہم نے جو بجٹ میں رکھا تھا یعنی 20%, جناب والا! دوسرے ممالک میں 2% budget over run ہو تو ان ممالک کی parliaments میں قیامت برپا ہو جاتی ہے اور یہاں ہماری technical grant جسے ہم supplementary grant کہتے ہیں کہ ایک محکمے میں یا inter محکمہ surrender کر کے خرچ کریں تو that is tolerable, وہ تقریباً 92 billion ہے لیکن 370 ارب ایسے ہیں جو کہ regular grants ہیں یعنی over run ہیں، جو بجٹ میں رکھا تھا اس سے زیادہ which is about 20% of our total last year تھا جو کہ expenditure out lay ہے۔ یہ fiscal discipline کے نام

پر ایک دھبہ ہے۔ جب Finance Minister winding up کریں تو کم از کم وہ ہمیں یہ assurance دیں کہ یہ آئندہ fiscal discipline کو maintain کریں گے، ایک reasonable limit کے اندر رہیں گے، دو تین percent سے زیادہ regular supplementary grant نہیں ہو گی۔ اگر ضرورت ہے تو آپ mini budget لائیں، آپ اس ہاؤس میں آئیں۔ Mini budgets utility prices کے حوالے سے تو ہر روز آتے ہیں، مثلاً پچھلے 21 دن میں پانچ دفعہ CNG گیس کی قیمتیں change ہو چکی ہیں، mini budgets آہی رہے ہیں کیونکہ ہم نے autonomous کے نام پر انہیں چھوڑ دیا ہے لیکن یہ تو بجٹ میں دیے ہوئے regular اخراجات ہیں جس میں ہم نے 20% over run کیا ہے۔ میں ایک اور گزارش کروں گا کہ آپ نے پچھلے 72 گھنٹے میں بہت debates سنی ہوں گی، ہماری problem یہ ہے کہ اس ملک میں اتنی powerful lobbies ہیں کہ وہ نہیں چاہتے کہ tax to GDP ratio بہتر ہو، کوئی نہیں چاہتا کہ میں اپنی جیب سے اس ملک میں contribute کروں۔ وہ اگر سو روپیہ capital gain بناتے ہیں تو اس کے لیے تیار نہیں تھے کہ ہم ساڑھے سات روپے پاکستان کے خزانے میں بھی جمع کرا دیں، اگر ہم نے سیکورٹی کو چھ مہینے سے کم میں trade کیا ہے تو سو روپے میں سے دس روپے جمع کرا دیں۔ میرے جو تمام government colleagues members of the Finance Committees ہیں اور میں چیئرمین صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ we were all united, we were one کہ اگر ہم یہ نہیں کریں گے تو ہم tax to GDP ratio والے معاملے میں صحیح direction میں نہیں جائیں گے، we remain consolidated, we remain united. آپ نے کل رات ایک پروگرام میں ٹیلیویژن پر سنا ہو گا کہ ان کے main represented عارف حبیب صاحب نے کہا کہ اسحاق ڈار صاحب سے 95% brokers اتفاق کرتے ہیں کہ جو ان کا view ہے، تین دن resistance ہوئی ، مارکیٹ کو بھی manipulate کیا گیا۔

جناب چیئرمین: حافظ صاحب! ذرا please منہ ادھر رکھیے، یہ violation of rules ہے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! ہمیں ملکی مفاد میں اس قسم کے اقدامات کرنے ہوں گے، چاہے ہم اپوزیشن میں ہیں، چاہے ہم treasury benches پر ہیں، یہ حکومت اور اپوزیشن

آنی جانی چیز ہے لیکن جو ملکی مفاد میں چیزیں ہیں وہ کرنی ہوں گی۔ I am glad کہ رات کو انہوں نے consensus on air, on record کہہ دیا ہے۔ میں نے آج سنا ہے کہ نیشنل اسمبلی کی Finance Committee نے ان کو بلوایا ہوا ہے، ان کی meeting ہو رہی ہے، so, I am very hopeful now کہ وہ جو ambiguity create کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ 30جون 2010 سے پہلے جتنا stock ہے اس کو exempt کر دیا جائے، وہ اب on board ہے کہ وہ نہیں ہو گا۔

ایک اور بات جو میں last میں عرض کروں گا کہ جیسے کہ آپ کو یاد ہو گا کہ جب Competition Commission of Pakistan کا bill اس ہاؤس میں آیا تھا تو اس پر ہم نے major amendments propose کی تھیں اور وہ amendments یہ تھیں کہ penalties and fines, اس type کی جو regulatory bodies ہیں ان کو اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ یہ systematize کرتا ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ fine کریں، پھر یہی ہو گا کہ ہم لندن جیسے style میں رہیں۔ یہ جو regulatory bodies ہیں ان کے offices میں جا کر آپ دیکھیں تو سیکرٹریٹ اور ان کے آفس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ CCP میں ہم نے اپنے treasury members کو ایک commitment دی تھی کہ جب Finance Bill آئے گا اس وقت تک ہم جتنی Regulatory Bodies ہیں ان میں ہم amendment لائیں گے اور ان تمام کے جو panel....fines ہیں وہ حکومت کے اور Finance Ministry کے اور پاکستان کے public account consolidated fund میں سیدھے جانے چاہییں اور وہ retain نہیں کریں گے اس حوالے سے بھی ہم نے دو طریقے سے پانچ amendments دی ہیں یا تو Finance Bill کے ذریعے ان amendments کو کرتے وہ ایک اچھا route نہیں ہے۔ ہم نے ایک conscious decision لیا ہے اور سپریم کورٹ کا فیصلہ بھی آچکا ہے کہ آپ اس کو money bill کے ذریعے short circuit مت کیا کریں اور نہ کرنے کی اجازت ہے they can't be classified as money bills تو ان پانچ Bills کی ہم نے draft amendments ان ہی 74 recommendations میں ڈال دی ہیں۔ اس میں Pakistan Telecommunication Re-Organization Act ہے اس میں General Transmission and Distribution of Electricity Power Act ہے، اس میں OGRA ہے ، اس میں PEMRA ہے، اس میں Securities Exchange Commission of Pakistan ہے تو اس کے لیے ہم نے پانچ recommendations دی ہیں

obviously this will not be the process for the Finance Bill by the National Assembly, because they need to be passed as a normal amendment in the Act and both Houses are entitled legally to pass it only then that will become an amendment and legally change in the Act. Sir, with these remarks I once again thank the Chairman of the Standing Committee, Senator Ahmed Ali and my all colleagues in the Finance Committee who had demonstrated tremendous tolerance, perhaps I was one of the most new since one in terms of creating arguments and but at the end of the day, I was not doing for myself and it is all for Pakistan and last night it is demonstrated that three days ago when the powerful lobby, the billionaire's lobby was trying to block it and stop imposition of Capital Gain Tax in this country which we signed in 2008. It is my old agenda,

اس لیے مجھے خوشی ہے کہ آپ نے دیکھا کہ جب ہم united رہے اور ہم نے کہا کہ نہیں یہ ملکی مفاد میں کرنا ہے تو کل رات وہ جو powerful lobby ہے انہوں نے بھی کہا کہ ہمیں یہ منظور ہے۔ کل میں نے ٹیلی ویژن پر draft amendment read کی ہے 95% of our brokers and the major players نے اس کو منظور کرلیا ہے۔ Mr. Chairman, I once again, thank you very much.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا شکرگزار ہوں لیکن Actually let me tell you very honestly this time I couldn't contribute my time to the committee and just attended one day, I was not well. But I highly appreciate this Finance Committee is working for the last 7 years and I am a member of that Finance Committee right from the very beginning اور اس میں یہ ہے کہ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ ہمارا چیئرمین tolerance رکھتا ہے اور جتنے بھی members ہیں وہ پارٹی سے بالاتر ہو کر ملکی اور قومی مفاد کے لیے

proposals بناتے ہیں اور آج بھی جتنی proposals بنی ہیں یہ کسی کی ذات کے لیے نہیں ہیں بلکہ یہ سارے ملک کے مفاد کے لیے بنائی گئی ہیں ۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارا چیئرمین بھی بڑی tolerance رکھتا ہے اور ہم جتنے بھی ممبران ہیں خواہ وہ حکومت کے اتحادی ہیں یا وہ اپوزیشن سے ہیں انہوں نے بھی ہمیشہ تعاون کیا ہے کیوں کہ جو proposals ہم finalize کرتے ہیں ۔ میرے دونوں بھائیوں نے اپنی تقریروں میں بہت کچھ کہہ دیا ہے میں اس کو repeat نہیں کروں گا ایف بی آر کے بارے میں، فنانس منسٹری کے بارے میں ہم سب لوگوں کو اعتماد میں لیتے ہیں اور unanimously decision کرتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بھنڈر صاحب پہلے تو اس کمیٹی کے رکن تھے اب دو تین سال سے رکن نہیں ہیں لیکن میں آپ کا بھی اس میں شکریہ ادا کرتا ہوں اور بھنڈر صاحب کی جو خدمات ہیں خاص کر law کے حوالے سے جو انہوں نے amendments کی ہیں اور ہم نے کمیٹی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ بھنڈر صاحب ان کے ساتھ بیٹھ جائیں اور یہ کام کریں کیوں کہ law کی چھوٹی موٹی غلطیاں تھیں لیکن ڈار صاحب نے کہا کہ میں تو حیران ہوں کہ اتنی غلطیاں کیوں ہوتی ہیں۔ اس سال تو تھوڑی تھیں پچھلے سال تو بہت زیادہ تھیں جو pin point کی گئی تھیں اور ان تمام کی corrections کی گئی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ ہماری جو proposals ہیں حکومت کو چاہیے کہ ان کو support کرے اور ان کو خواہ مخواہ منظور کروائے کیوں کہ اس میں کوئی ایسی proposal نہیں ہے جو ہم نے کسی کی ذات کے لیے کی ہو۔ Stock Exchange پر جو Value Added Tax لگا ہے اس کے لیے تو ہم پچھلے چار سال سے شور مچا رہے تھے اور یہ بالکل سو فیصد ٹھیک لگا ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو غلط ہو۔ آپ کے پڑوس میں انڈیا ہے، میں نے کل بھی کہا تھا کہ Stock Exchange ایک jelly بن گئی تھی اور اس وقت ہمارے ملک میں جو ضرورت ہے میں سمجھتا ہوں کہ حکومتی پارٹی کو چاہیے کہ ہماری جو سفارشات ہیں ان کی حمایت کریں اور منظور کروائیں اور خاص کر جو ڈار صاحب نے بات کی ہے Regulatory Authorities کی، اس میں ایک بڑی بدقسمتی ہے وہ ہم نے کمیٹی میں بات کی ہے اور وزیراعظم صاحب کو بھی لکھا ہے اور میں ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ Regulatory Authorities میں ایک بدقسمتی یہ ہے کہ جو TCP ہے یا State Life Insurance ہے ان میں Directors کون کون ہیں۔ ایک چیئرمین بن گیا اور جو Manager ہے وہ ڈائریکٹر بن گیا اور جو Junior Manager ہے وہ ڈائریکٹر بن گیا۔ خدا کا واسطہ ہے کوئی Private Sector سے لیں اور کوئی پارلیمنٹ سے ڈائریکٹر لیں۔ جو چار پانچ گورنمنٹ ملازمین ہیں وہی

Board of Directors بن بیٹھے ہیں اور پاس کر دیتے ہیں اور ان کی مرضی ہے جو وہ پاس کر دیں۔ ہم نے اس کے بارے میں وزیر اعظم صاحب کو بھی لکھا ہے اور میں آپ کی وساطت سے اس ایوان میں بھی یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور قائد حزب اختلاف کو بھی کہتا ہوں کہ جتنی Regulatory Authorities ہیں ان میں Private Sector سے اور پارلیمنٹ کے اراکین میں سے Directors ہونے چاہییں ورنہ وہ اپنی من مانی کر رہے ہیں۔ 29 تاریخ کو میٹنگ ہے اس کے results آپ کے سامنے رکھیں گے اور آپ کو دکھائیں گے کہ کتنی heavy corruption ہوئی ہے۔ میں ان ہی الفاظ کے ساتھ ایک بار پھر اپنے سارے ساتھیوں کا اور چیئرمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور خاص کر آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بھنڈر صاحب کو بلایا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی شاہ صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: شکریہ جناب چیئرمین! فنانس کمیٹی کا رکن ہونے کی حیثیت سے میں بھی اپنی پارٹی کی نمائندگی کرتے ہوئے عرض کروں گا۔ سب سے پہلے تو میں سمجھتا ہوں کہ چیئرمین کی کاوش اور تمام ممبران بشمول میرے، میں سمجھتا ہوں کہ قابل تحسین ہیں اور کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہر سال یہ سفارشات دی جاتی ہیں مگر ان پر عمل بہت کم ہوتا ہے۔ کمیٹی نے اپنا کام پورا کر دیا ہے اور اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ان سفارشات پر عمل کرائیں۔ خاص طور پر بجٹ جس کا انتظار ایک سال سے پوری قوم کو ہوتا ہے اور پوری دنیا میں ایک مسلمہ اصول ہے کہ no taxation without representation. Recommendations کے ساتھ اس بات کو بھی ensure کیا جائے کہ ہر سال بجٹ کا انتظار قوم اس لیے کرتی ہے کہ بجٹ کے علاوہ ٹیکس نہ لگایا جائے مگر جونہی بجٹ گزرتا ہے یا بجٹ شروع ہونے سے کچھ دن پہلے دھڑا دھڑ قیمتوں میں تبدیلیاں شروع ہو جاتی ہیں اور سمجھ نہیں آتی کہ وہ کون سی authority ہے جس کے تحت یہ سارا کچھ کیا جاتا ہے جب کہ through Parliament ہی taxation ہونی چاہیے اور پاکستان میں بھی اس پر عمل ہونا چاہیے کیوں کہ پوری دنیا میں یہ رواج موجود ہے۔ میں ان ہی الفاظ کے ساتھ ایک بار پھر کمیٹی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے بڑی محنت کی اور آج اگر انور بھنڈر صاحب کا ذکر نہ کیا جائے تو زیادتی ہو گی۔ وہ آج ہمارے ساتھ ممبر نہیں ہیں مگر ان کی کوششیں اور کاوشیں ہمارے ساتھ ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں بھی اپنی پارٹی کی نمائندگی کرتے ہوئے اور بطور کمیٹی کے رکن کے، سب سے پہلے کمیٹی کے چیئرمین اور کمیٹی کے تمام اراکین کو مبارکباد پیش کرتی ہوں جس طریقے سے انہوں نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور thoroughly ہر recommendation کو دیکھا، یہ امر انتہائی قابلِ تحسین ہے۔ چونکہ آج کمیٹی کی رپورٹ lay ہونی تھی، میرے خیال سے شیخ صاحب کو یہاں موجود ہونا چاہیے تھا مگر شاید ان کی کوئی اور مصروفیت ہو۔

جناب! میں زیادہ بحث میں نہیں جاؤں گی، صرف ایک چیز پر بات کروں گی۔ اسمٰعیل بلیدی صاحب نے اور میں نے recommend کیا تھا کہ گوادر اور اس سے ملحقہ علاقے جو flood سے متاثر ہوئے ہیں، ان کے لیے funds کیسے allocate کیے جائیں۔ میں انتہائی شکر گزار ہوں اسحاق ڈار صاحب، اسلام الدین شیخ صاحب، احمد علی صاحب، بلور صاحب، جاوید علی شاہ صاحب اور صغریٰ بی بی کی، یقین جانیں مجھے محسوس نہیں ہوا کہ کوئی اپوزیشن ہے۔ کہیں یہ کردار نظر نہیں آیا۔ جس طریقے سے انہوں نے ایک ایک recommendation کو دیکھا اور اس پر انہوں نے جو اپنی input اور رائے دی کہ پرائم منسٹر کا جو PP Works 2 ہے، اس میں سے پانچ ارب روپے بلوچستان کے سیلاب سے متاثرہ علاقوں کے لیے مختص کیے جائیں۔ میں اس کے لیے تمام کمیٹی اور پورے House کی دلی طور پر مشکور ہوں۔ شکریہ جناب۔

جناب چیئرمین: جی تفہیم صاحب۔

سینیٹر عبدالرزاق اے تھہیم (وفاقی وزیر بلدیات اور دیہی ترقی): جناب! یہ کمیٹی کی جو رپورٹ ہے، اس میں بڑی اچھی recommendations ہیں اور یہ unanimous ہیں۔ میں چیئرمین فنانس کمیٹی، احمد علی صاحب کو اور تمام اراکین کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ سینیٹ میں یہ tradition رہی ہے کہ unanimously سفارشات pass ہوتی ہیں۔

میں نے ایک recommendation دی تھی، اس کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہ پیدا ہوجائے۔ اسے کمیٹی نے بھی accept کیا ہے کہ retired judges کی widows' pension 50% سے 75% کی جائے۔ اس سلسلے میں recommendation تو accept ہو گئی ہے مگر یہ تاثر نہ ہو کہ judges کے لیے کوئی مراعات مانگی جارہی ہیں۔ اس میں دو الفاظ اگر add کردیے جائیں کہ family pension for judges of the judiciary should be increased from 50% to

75% as done in case of the Government servants. ایسا تاثر نہ ہو کہ judges کے لیے سینیٹ کوئی مراعات مانگ رہی ہے۔ گورنمنٹ ملازمین کی family pension for widows کی شرح 50% سے 75% ہو گئی ہے۔ اسی لیے میں عرض کروں گا کہ اس میں یہ add کیا جائے as done in case of the civil servants. ان کی widows pension 50 to 75% کی ہے اور سینیٹ نے مہربانی کرتے ہوئے یہ سفارش کی ہے، یہ clarification ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ judges کے لیے اور widows کے لیے کوئی زیادہ مراعات مانگی جا رہی ہیں، وہ بات نہیں ہے۔ اس لیے مہربانی کر کے کچھ الفاظ اس میں شامل کیے جائیں تاکہ قومی اسمبلی کو اور اراکین کو یہ تاثر نہ ملے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی شیخ صاحب۔

سینیٹر اسلام الدین شیخ: جناب چیئرمین! شکریہ۔ سب سے پہلے تو میں فنانس کمیٹی کے چیئرمین جناب احمد علی صاحب کو اور فنانس کمیٹی کے تمام اراکین کو اور خاص طور پر اسحاق ڈار صاحب اور پروفیسر خورشید صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ہم treasury benches سے تھے اور پورا ہفتہ، صبح سے لے کر دوپہر اور دوپہر سے شام سات آٹھ بجے تک اس پر سخت محنت کی گئی اور تقریباً ساڑھے تین سو ایسی amendments آئی تھیں، جنہیں ہم نے ایک ایک کر کے، دیکھ کر unanimously pass کیا۔ ایک سب سے بڑا کام جو سینیٹ میں ہوا، آپ یہ دیکھیں کہ باوجود اس کے کہ کمیٹی میں Opposition کے اراکین بھی موجود تھے، تمام جماعتوں کے اراکین بھی موجود تھے، لیکن اگر آپ کمیٹی کی رپورٹ پڑھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے نہ وہاں اپوزیشن تھی اور نہ وہاں treasury benches تھے بلکہ جو بھی فیصلے کیے گئے، وہ پاکستان کے اور اس ملک کے عوام کے مفاد میں کیے گئے۔

آپ دیکھیں کہ Finance Bill میں جی ایس ٹی میں ایک فی صد اضافہ propose کیا گیا۔ ہمارا تعلق treasury benches سے ہے لیکن اس کے باوجود ہم نے اس چیز کا ثبوت دیتے ہوئے کہ جب opposition کے لوگ بھی ہمارے ساتھ consensus رکھ رہے تھے تو ہم نے، اس وقت میں اور صغریٰ امام موجود تھیں، ہم نے ان ساری چیزوں کے باوجود اس ایک فی صد ٹیکس کو ہٹانے کے لیے consensus میں ان کا ساتھ دیا اور ہم نے general recommendations میں یہ ڈالا کہ جی ایس

ٹی میں ایک فی صد اضافے کی proposal واپس لی جائے باوجود اس کے کہ یہ Bill حکومت کی طرف سے آیا تھا۔

جناب چیئرمین! ہم نے جس spirit کا مظاہرہ کیا ہے، اسی spirit کا مظاہرہ ہم اپنے تمام دوستوں، دوسری جماعتوں کے اراکین سے بھی چاہتے ہیں۔ جب ہم ان کی ہر ایک چیز کو accommodate کرنے کی بات کرتے ہیں اور accommodate کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اس کمیٹی کی recommendations کو جلد از جلد اسی طریقے سے منظور کریں۔ اس لیے کہ اس میں تمام لوگوں کی recommendations یا اعتراضات کو سن کر، 74 recommendations کو مانتے ہوئے اس کمیٹی کی رپورٹ پیش ہوئی ہے۔ یہ ایک unanimous report ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ House بھی اس کو unanimously pass کرتے ہوئے National Assembly کو بھیجے۔ بہت بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Ahmed Ali sahib, Chairman Finance Committee, would you like to move formally that the agreed recommendations in various clauses of the Finance Bill and general recommendations proposed by the Finance Committee be adopted by the Senate?

Senator Ahmed Ali: Yes sir, I have already said it.

Mr. Chairman: Now, you please move the recommendations.

Senator Ahmed Ali: I beg to move the unanimous recommendations No.1 to 74 made by the Standing Committee on Finance, Revenue, Economic Affairs and Statistics, laid on the table of the House, be passed by the Senate and transmitted to the National Assembly under Article 73 of the Constitution.

Mr. Chairman: It has been moved that If it is the sense of the House that these recommendations are adopted for transmission to the National Assembly?

(The motion was carried)

Mr. Chairman: Adopted and the recommendations be transmitted to National Assembly for consideration.

Now, we resume the discussion on the motion moved by Dr. Abdul Hafeez Sheikh that the Senate may make recommendations to the National Assembly on the Finance Bill, containing the Annual Budget Statement under Article 73 of the Constitution. Haji Adeel sahib, please.

Discussion on the Motion to Make Recommendations on the Annual Budget Statement 2010-11.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں۔ میری تو خواہش تھی کہ میں اس بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار شروع میں کرتا لیکن بد قسمتی سے کر نہ سکا۔

جناب چیئرمین: میں تھوڑا سا clarify کردوں، یہ جو Finance Committee کی recommendations ہیں which we are transmitting to the National Assembly, under Article 73 of the Constitution اس کے علاوہ اور بھی کوئی recommendations جب speeches کے دوران آئیں گی، تو ان کو consider کیا جائے گا۔ کچھ cut motions ہیں، ان کو بھی دیکھا جائے گا، اس لیے speeches on the Annual Budget Statement ابھی جاری رہیں گی۔

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: کوئی نوٹ بھی کررہا ہے یا نہیں۔

جناب چیئرمین: Note کررہے ہیں، لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ شاہ صاحب! آپ ذرا Minister of State یا Federal Minister کو بلالیجیے۔ ان کو بلالیجیے تاکہ اراکین مطمئن ہوں کہ ان کی speeches اور تجاویز کو نوٹ کیا جارہا ہے اور ان پر عمل ہوگا۔ شکریہ۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں مشکور ہوں۔ ہم اس حکومت میں اتحادی کہلائے جاتے ہیں۔ یہ جو بجٹ پیش ہوا ہے، کم از کم جہاں تک میرے علم میں ہے کہ سینیٹ میں کسی اتحادی سے مشورہ نہیں کیا گیا، اپوزیشن تو چھوڑیے۔ میرا اپنا خیال ہے اور شاید میری یہ اطلاع درست ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے Senators کے ساتھ بھی مشورہ نہیں کیا گیا۔ بجٹ پیش ہونے کے کچھ

دن کے بعد، انہیں ایک بریفنگ دی گئی ہے لیکن عوامی نیشنل پارٹی، اگر میں درست ہوں تو جمعیت علماء اسلام، ایم کیو ایم ، بگٹی صاحب اور ہمارے دوسرے ساتھی جو اس اتحاد میں شامل ہیں، کسی کے ساتھ، کم از کم کسی اتحادی سینیٹر کے ساتھ یا سینیٹ میں موجود اتحادی پارٹی کے ساتھ کوئی مشورہ نہیں کیا گیا۔ میں پھر اس بجٹ کو سیاسی بجٹ تو کہہ نہیں سکتا، میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ بے شک یہ ایک ماہر معاشیات کا بجٹ تھا، جسے چند دن پہلے بطور Advisor اس کے بعد سینیٹر اور آخر میں Minister for Finance کی حیثیت سے لایا گیا۔ اس ایوان میں مجھے تقریباً دو سال ہو گئے ہیں۔ میں نے مختلف لوگوں کو وزیر خزانہ کی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ جب یہ وزیر خزانہ کا حلف اٹھا رہے تھے تو میں نے ان سے کہا تھا کہ خدا کرے آپ کافی لمبے عرصے تک اس کرسی پر بیٹھے رہیں، ایسا نہ ہو کہ آپ بطور ماہر معاشیات کوئی ایسی تجویز دیں جو وزراء کو پسند نہ ہو تو پھر آپ بھی شوکت ترین صاحب کی طرح استعفیٰ دے کر چلے جائیں۔

جناب چیئرمین! چونکہ یہ ایک غیر سیاسی بجٹ ہے۔ اس میں اچھی باتیں بھی ہیں اور قابل اعتراض باتیں بھی ہیں۔ ایسا نہیں لگتا ہے کہ ہمارے اتحاد کی کوئی political vision ہے۔ ایک تو شاید یہ بات ہو گی کہ سینیٹ میں اس پر بات ہو سکتی ہے لیکن سینیٹرز کا اس بجٹ کو pass کرنے میں کوئی کردار نہیں ہے، نہ وہ ووٹ دے سکتے ہیں اور نہ اسے reject کر سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ کچھ Standing Committee on Finance recommendations تیار کر کے قومی اسمبلی کو بھیج سکتی ہے۔ اب ان کی مرضی ہے کہ وہ ان recommendations کو مان لیں یا نہ مانیں۔ جناب والا! بجٹ کے موقع پر حکومت کے وعدوں کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ جناب صدر آصف علی زرداری صاحب نے خیبر پختونخوا کا وعدہ کیا تھا، وہ وعدہ تو پورا ہو گیا لیکن بہت سارے وعدے جو کہ وزیراعظم صاحب نے بھی کیے لیکن ایسا لگتا ہے کہ وزیراعظم صاحب اعلانات کرتے ہیں، وعدے کرتے ہیں لیکن شاید وہ وعدے کسی نہ کسی وجہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین! چونکہ میں خیبر پختونخوا کی نمائندگی کرتا ہوں، خیبر پختونخوا کا سب سے بڑا مسئلہ net hydel profit کی وصولی ہے۔ میں اس حکومت کو اس بات کی ضرور مبارکباد دیتا ہوں کہ اس نے 1999 سے لے کر 2005 تک گزشتہ پندرہ سالوں میں ایک tribunal کے فیصلے کو مانتے ہوئے ہمیں دس ارب روپے دیے اور آنے والے بجٹ میں بھی یہ ظاہر کیا گیا کہ اگلے چار سالوں میں خیبر پختونخوا کو پچیس ارب روپے ملا کریں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے محترم وزیراعظم صاحب نے

پشاور آ کر ہمارے ساتھ کچھ وعدے کیے تھے۔ انہوں نے 31st October, 2009 کو پشاور کے گورنر ہاؤس میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تیس دنوں کے اندر اندر technical committee بیٹھے گی اور net hydel profit کے حوالے سے ہمارے جو باقی مسائل ہیں وہ حل ہوں گے، جس میں ایک مسئلہ یہ تھا کہ 2005 سے لے کر 2010 تک کے جو بقایا جات ہیں اور ہمیں ایک سو دس ارب روپے دیر سے ملے ہیں اس رقم پر منافع اور پھر یکم جولائی سے جو مالیاتی سال شروع ہو رہا ہے اس کے منافع کو decap کرنا اور A.G.N. Qazi formula کے تحت اس کی ادائیگی کرنا لیکن وہ تیس دن تو کیا، کافی عرصہ گزر چکا ہے نہ وہ technical committee بیٹھی اور نہ وہ وعدے پورے ہوئے۔ ہم آج بھی اندھیرے میں ہیں۔ کیا ہمیں وہ بقایا رقم دو سو ارب روپے جو پچھلے پانچ سالوں کی ہے اور tribunal کے فیصلے کے مطابق ایک سو دس ارب روپے کا جو 10% منافع ہے وہ ہمیں ملے گا یا نہیں ملے گا؟ مجھے اس بجٹ کی کتابوں میں کہیں نظر نہیں آرہا ہے۔ مجھے تو یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ آیا اگلے سال ہم سے جو وعدہ کیا گیا تھا کہ net hydel profit کو decap کریں گے جو actual ہو گا وہ آپ کو ملے گا، بجٹ کی کتابیں اس معاملے پر خاموش ہیں۔ میں نے Standing Committee on Finance کے ذریعے واپڈا سے پتا کیا، PEPCO والوں سے پتا کیا، Ministry of Finance سے پتا کیا، مجھ سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ آج صبح دس بجے وہ میرے ساتھ میٹنگ کریں گے اور میں اپنے صوبے کی پوری ٹیم کے ساتھ اس میٹنگ میں ان سے بات کروں گا لیکن کل مجھے فون آیا کہ وہ میٹنگ نہیں کر سکتے ہیں اور ایک رسمی جواب Standing Committee on Finance کو دے دیا گیا ہے آپ اس کو پڑھ لیں۔ اس میں بڑی عجیب بات کی گئی ہے کہ وہ A.G.N. Qazi formula سے انکاری ہیں۔ وہ اس بات سے بھی انکاری ہیں کہ Finance Department نے یا وفاقی حکومت نے یہ پیسے دینے ہیں۔ ہمیں کہا جا رہا ہے چونکہ اب واپڈا کی division ہو چکی ہے، NEPRA بن چکی ہے، اب آپ NEPRA سے بات کریں اور NEPRA اپنا ایک formula بنائے گی، وہ آپ کو منافع دے گی۔ جناب چیئرمین! Council of Common Interests نے تین مرتبہ A.G.N. Qazi formula کے تحت یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہمیں net hydel profit ملے گا جو آئینی طور پر ہمارا حق ہے وہ A.G.N. Qazi formula کے تحت ملے گا۔ آج ہم اندھیرے میں کھڑے ہیں، ایک تو بجلی کی کمی کی وجہ سے اندھیرا ہے اور دوسرا یہ اندھیرا ہے کہ ہمیں کچھ پتا نہیں چل رہا ہے کہ آیا ہمیں وہ پیسے ملیں گے؟ کس formula کے تحت ملیں گے؟ آیا constitution کے تحت ملیں گے؟ A.G.N. Qazi formula کے تحت ملیں گے جسے

تین مرتبہ Council of Common Interests نے pass کیا ہے۔ یا پھر ہمارے لیے کوئی نیا قانون بنایا جائے گا، ایک نیا formula بنایا جائے گا۔

جناب چیئرمین! جب اس ملک کے وزیراعظم صاحب وعدہ کریں، وہ تیس دنوں کا اعلان کریں۔ اس کے بعد کئی تیس دن گزر گئے ہمیں کچھ پتا نہیں چلتا کہ ہم کس کے پاس جائیں گے اور اپنا پیسہ کس سے لیں گے؟ جب بھی وہ سامنے آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ واپڈا نقصان میں جا رہا ہے۔ جناب والا! میں بڑے دکھ سے کہہ رہا ہوں کہ واپڈا کے اپنے documents کہتے ہیں کہ گزشتہ دو سالوں میں واپڈا کو منافع ہوا ہے۔ میرے پاس واپڈا کی hydel electricity کے حوالے سے ان کی statements of account ہیں۔ 2009 میں واپڈا نے بارہ ارب روپے سے زیادہ منافع حاصل کیا، 2008 میں انہوں نے بارہ ارب اکسٹھ کروڑ روپے کے قریب منافع حاصل کیا۔ یہ ان کے audited دستخط شدہ accounts ہیں۔ واپڈا ہمیشہ یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ نقصان میں جا رہا ہے۔ جب واپڈا والوں سے بات کریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو نقصان نہیں کر رہے ہیں بلکہ PEPCO نقصان کر رہی ہے۔ آپ نے PESCO, IESCO, LESCO, MESCO وغیرہ جو کمپنیاں بنائی ہیں، وہ نقصان کر رہی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آپ مجھ سے بجلی خرید رہے ہیں، آئین کے تحت میرا یہ حق بنتا ہے کہ میں اپنے پیسوں کے لیے واپڈا کے پاس جاؤں گا کیونکہ مجھے وفاقی حکومت نے 1991 میں Presidential Order No. 3 کے تحت یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر یہ ادارہ آپ کو پیسے نہیں دیتا تو پھر وفاقی حکومت آپ کو پیسے دے گی اور پھر اس پر عمل بھی ہوا، ہمیں پچھلے سال کوئی دس ارب کے قریب پیسے ملے جس کے لیے ہم مشکور ہیں لیکن آگے ہمیں کچھ سمجھ نہیں آرہی، ہماری کون تسلی کرے گا؟ کیا وزیر مملکت صاحبہ ہمیں بتائیں گی یا وزیر پانی و بجلی بتائیں گے؟ آخر یہ پیسے ہمیں کیوں نہیں ملیں گے؟ ہمارے ساتھ ایک اور وعدہ کیا گیا تھا جب وزیراعظم صاحب پشاور تشریف لائے تو انہوں نے Chashma Right Bank Canal Lift-1 کے سلسلے میں اعلان کیا تھا کہ ہم اگلے سال اس پر کام شروع کر دیں گے اور دو تین سالوں کے اندر اس کو بنا دیں گے۔ ہم بڑے خوش ہوئے، ہم سادہ لوگ ہیں، ہم باتوں پر اعتبار کرتے ہیں۔ ہم وزیراعظم صاحب کے اس اعلان پر بھی خوش ہوئے، بعد میں پتا چلا کہ ایک summary move کی گئی کہ خیبر پختونخوا صوبے کا Irrigation Department یہ project بنائے گا، بعد میں اس پر اعتراض ہوا۔ بہرحال اس بجٹ میں اس کے لیے رقم رکھی گئی ہے۔ جناب والا! ہمیں آج اس کے لیے باسٹھ ارب روپے چاہییں، صرف اکتالیس کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اگر اسی حساب سے

ہمیں پیسے ملے تو ہمیں اس پراجیکٹ کو مکمل کرنے کے لیے سولہ سال چاہییں ہوں گے اور سولہ سال کے بعد یہ پراجیکٹ باسٹھ ارب کا نہیں رہے گا بلکہ سو ارب کا ہو جائے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ کا ہو جائے گا۔ ہم کس کے وعدے پر اعتبار کریں۔ ہمارے ساتھ پشاور میں وعدہ کیا گیا تھا، بار بار وعدہ کیا گیا کہ ہم دو تین سال کے اندر اس پراجیکٹ کو complete کریں گے۔

جناب چیئرمین! ایک اور وعدہ بھی ہمارے ساتھ کیا گیا تھا، وہ بھی وزیراعظم صاحب نے ہم سے کہا کہ اٹھارہویں ترمیم کی خوشی میں اس کمیٹی کے ارکان کو نشان پاکستان دیا جائے گا۔ شاید رضا ربانی صاحب نے بھی commitment کی ہو گی لیکن ایسا لگتا ہے کہ چونکہ وہ Advisor ہو گئے ہیں تو شاید ان کی advice پر وہ بھی اپنے وعدے سے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ وزیراعظم صاحب اپنے اس وعدے پر بھی خاموش ہیں۔ میں بڑا خوش تھا جی جب مجھے پتہ چلا کہ مجھے نشان پاکستان دیا جائے گا۔ میں نے سوچا کہ میں اپنے نام کے نیچے دو دفعہ اے این پی لکھوں گا، ایک اے این پی تو عوامی نیشنل پارٹی کا ہو گا اور دوسرا اے این پی، عدیل، نشان پاکستان کے لیے ہو گا۔ اب مجھے لگتا ہے کہ وزیراعظم صاحب اپنے اس وعدے سے بھی پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ اب مجھے ایک ہی دفعہ اے این پی لکھنا پڑے گا اور شاید یہ advice کسی Advisor نے دی ہے، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ گزشتہ سال ہمارے ساتھ جو حشر ہوا، میں بجٹ کے اچھے اور برے پہلوؤں کی طرف بعد میں آؤں گا لیکن پہلے Annual Development Programme کے حوالے سے میں بتاؤں گا کہ ہمارے پختونخوا کے لیے 316 سکیمیں ایسی تھیں جو پچھلے سال کے ADP میں شامل کی گئی تھیں۔ کچھ سکیمیں تو وزیراعظم صاحب نے میری درخواست پر بھی شامل کی تھیں جن میں وارسک روڈ سے پانی کی تقسیم، رنگ روڈ کی re-modeling اور ایک flyover تھا۔ جناب چیئرمین! دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ان تین سو سولہ سکیموں میں سے صرف چودہ سکیموں کے لیے ہمیں تھوڑا سا فنڈ ملا باقی تمام سکیمیں drop کر دی گئیں۔ یہ چھیاسٹھ ارب روپے کی مختلف سکیمیں تھیں جن پر ہمیں صرف پندرہ ارب روپے کی رقم اس سال دی جائے گی۔ پچھلے سال ان تمام سکیموں میں جو ongoing تھیں، اگر وقت ہوتا تو میں ان کی details فراہم کرتا کہ ہمیں zero release ملا۔ یہاں ان کے آگے لکھ دیا جاتا ہے "dropped" Public Sector Development Programme کے تحت drop ہوئی۔ آخر یہ کیا مذاق ہے؟ ایک سال آپ ہماری سکیمیں شامل کرتے ہیں اور اگلے سال انہیں drop کر دیتے ہیں یا ان کے لیے zero fund release کرتے ہیں۔ یہ

طریقہ کہاں تک چلے گا؟ ہم لوگوں سے جا کر کہتے ہیں جی وزیر اعظم صاحب نے، کابینہ نے ہم پر بڑی مہربانی کی۔ ہمارے فلاں کالج منظور کر دیئے۔ یہاں تک کہ ملک میں جو بجلی کی کمی ہے اور Hydel Power Stations کے لیے داسو میں ہماری سکیمیں on going تھیں، اب ان کے لیے کوئی پیسا نہیں دیا گیا۔ چترال میں Lavi Hydro Project تھا، اس کے لیے بھی ایک پیسا نہیں دیا گیا۔ کھڑ ہائڈرو پاور پراجیکٹ تھا، اس کے لیے بھی ہمیں کوئی پیسا نہیں ملا۔ چورمالا ہائیڈرو پاور پراجیکٹ کے لیے بھی کوئی پیسا نہیں دیا گیا۔ ایک چترال میں، کوستار میں ایک پراجیکٹ ہے، اس کے لیے بھی کوئی پیسہ نہیں ملا۔ اس کے بعد بہت ساری سکیموں کی اگر میں detail بتاؤں جو Provincial Government, Planning Department کے حوالے سے مجھے ملی ہیں۔ ہماری on going schemes کو بھی ختم کر دیا گیا۔

جناب چیئرمین! یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ اٹھارہویں ترمیم کے نتیجے میں بہت سارے محکمے اب ختم ہو رہے ہیں۔ یہ Provincial Government کا فرض ہے کہ وہ یہ تمام کام خود کرے۔ چونکہ National Finance Commission میں صوبوں کو بہت زیادہ پیسے ملے ہیں تو میں National Finance Commission کا بھی اپنے صوبے کی طرف سے نمائندہ تھا اور Eighteenth Amendment Committee میں بھی میں اپنی پارٹی کی طرف سے تھا۔ جب National Finance Commission Award آیا اس وقت ابھی پیش نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تنتالیس یا پنتالیس Concurrent List میں subjects ختم نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت National Finance Commission Award پرانے آئین کو دیکھتے ہوئے بنایا گیا تھا۔ اس میں کہیں یہ نہیں تھا کہ چونکہ آنے والے دنوں میں یہ چیز ختم ہو رہی ہے اس لیے اس محکمے میں جو اخراجات Federal Government کر رہی ہے وہ اب Provincial Government کرے گی۔ اب ان دونوں کو mix کر دیا گیا ہے۔ National Finance Commission کا ایک اپنا وقت تھا۔ انہوں نے اس وقت کے آئین کے مطابق، اس وقت کے system کے مطابق فنڈز دیئے تھے۔ اب جب Federal Government بہت ساری ذمہ داریاں لینے سے انکار کر رہی ہے، میرے خیال میں Implementation Committee کے چیئرمین صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں، ان کا فرض ہے کہ جو پیسا ان اداروں پر Federal Government خرچ کر رہی ہے، ان Ministry and Division کے assets صوبوں کے حوالے کر دیئے جائیں۔ ایسا تو نہیں کہ آپ یہاں ان اداروں کو ختم کریں، ان

اداروں کے assets اور ان کا پیسا Federal Government اپنے پاس رکھے، نہیں، ان پر ہمارا حق ہے کیونکہ جب یہ محکمے آپ ختم کریں گے تیس جون 2011ء تک تو ان پر جتنی بھی بچت ہو وہ National Finance Commission کے فارمولے کے مطابق تمام صوبوں میں تقسیم ہونی چاہیے۔ ان کے assets ان کی savings تمام صوبوں میں تقسیم ہوں۔ یہ نہ ہو کہ یہ تمام Federal Government خود اکٹھا کر لے اور کہے کہ ہم نے Provincial Autonomy دے دی ہے ، اب آپ جانیں اور صوبے جانیں۔ ایک تو یہ بات ہے۔ دوسرا دو سو پنتالیس ارب ہم ایسے اداروں پر خرچ کرتے ہیں جو مسلسل نقصان میں جا رہے ہیں جیسے پی آئی اے، ریلوے، پیپکو، سٹیل مل اور نیشنل ہائی وے اور بہت سے ادارے ہیں جن کا ذکر وزیر خزانہ صاحب نے اپنی تقریر میں بھی کیا۔ میں جس طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں ، شاید اسحاق ڈار صاحب توجہ دیں اور کچھ تعاون کریں کیونکہ یہاں محترمہ State Minister صاحبہ موجود ہیں، دوسو پنتالیس ارب خراب کاموں میں، نقصان کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ subsidy ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان اداروں سے جو نقصان میں جا رہے ہیں، زیادہ فائدہ کون اٹھا رہا ہے؟ یہ پیسا جو Federal Government کے پاس ہے، یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ اس کے پاس ہے لیکن ہم اس سب کے partner ہیں۔ پختونخوا اس کا partner ہے، بلوچستان ان پیسوں کا partner ہے، سندھ partner ہے اور پنجاب partner ہے۔ جناب چیئرمین! جب آپ ریلوے کے نقصانات برداشت کرتے ہیں تو ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ ریلوے پختونخوا میں کتنی service provide کرتی ہے۔ آپ جب پی آئی اے کے نقصانات کو برداشت کرتے ہیں تو ہمیں یہ بھی بتایا جائے کہ پی آئی اے کی کتنی سروسز پشاور یا پختونخوا سے originate ہوتی ہیں؟

Generation and collection پر بڑی بحث ہوئی۔ ایک صوبہ کہتا ہے کہ میں collection زیادہ کرتا ہوں، دوسرے نے کہا میری generation زیادہ ہے لیکن جو نقصانات سٹیل مل کے ہو رہے ہیں، اس سٹیل مل میں hundred percent لوگ سندھ کے بھرتی شدہ ہیں۔ اسٹیل مل کے تمام taxes سندھ کے اکاؤنٹ میں جمع ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ میرا مشترکہ فنڈ جو فیڈرل گورنمنٹ کے پاس ہے اس میں سے اس کے نقصانات کے ابھی پچیس ارب اور دیئے ہیں تو وہ مجھے بھی indirectly effect کرتے ہیں۔ اگر ہوائی جہاز کی flights میری آبادی یا این ایف سی کے فارمولے کے مطابق میرے پاس available نہیں ہیں تو پھر پی آئی اے کے تمام نقصانات

میں، میں کیوں partner بنوں۔ اگر واپڈا ہم سے سستی بجلی لے کر، دوسرے صوبوں سے مہنگی بجلی اکٹھی کر کے subsidise کر کے ان علاقوں میں دیتا ہے جہاں کی آبادی بلوچستان اور پختونخوا سے زیادہ ہے تو پیپکو کے تمام نقصانات میں، میں اپنا share کیوں ڈالوں۔ جناب چیئرمین، جو استعمال کرتا ہے وہ نقصانات بھی برداشت کرے، جو فائدہ اٹھا رہا ہے وہ نقصانات بھی برداشت کرے۔ جس وقت taxes کے حصول کی بات ہوتی ہے اس وقت وہ کہتے ہیں کہ ہم ٹیکس جمع کراتے ہیں۔ سارے پاکستان کے ہیڈ کوارٹر ہمارے پاس ہیں۔ دوسرا صوبہ کہتا ہے کہ میری generation زیادہ ہے، میری آبادی زیادہ ہے۔ میں زیادہ ٹیکس generate کر رہا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ ان تمام اداروں کا جو ۲۴۵ ارب روپے کا نقصان ہوتا ہے اس میں میرا share کتنا ہے۔ میرا share اتنا ہونا چاہیے جتنا کہ میں اسے استعمال کرتا ہوں۔ اگر میں کم استعمال کرتا ہوں، اگر میں دو فیصد استعمال کرتا ہوں۔ ریلوے میرے پاس کیا ہے، پشاور سے اٹک تک اور ایک لائن کبھی کبھی حویلیاں جاتی ہے۔ پی آئی اے کی دو پروازیں پورے ہفتے میں لاہور جاتی ہیں۔ بجلی، میں جتنی generate کرتا ہوں وہ پورے پاکستان کی بجلی کا ایک تہائی حصہ ہے لیکن میرے صوبے میں اتنی بجلی استعمال نہیں ہوتی۔ اس کی distribution یا پنجاب میں زیادہ ہے یا سندھ میں زیادہ ہے تو جو اس میں loss ہوتا ہے وہ میں کیوں برداشت کروں۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت سوئی گیس کی چار کمپنیاں ہیں۔ دو چھوٹی ہیں جو direct manufacturers کو دیتی ہیں اور دو بڑی ہیں، ایک Sui Northern ہے اور ایک Sui Southern ہے۔ ہر سال Sui Northern اپنے gross profit سے تقریباً بائیس ارب روپے Sui Southern کو دیتی ہے تاکہ اس کے نقصانات پورے ہوں۔ اور Sui Southern نہ پنجاب کو گیس provide کرتی ہے، نہ پختونخوا کو گیس provide کرتی ہے اور نہ بلوچستان کو، تو اگر Sui Northern ہم سے منافع حاصل کرتی ہے، ہم تین صوبوں سے منافع کماتی ہے تو وہ منافع Sui Southern کے نقصانات کے ازالے میں کیوں استعمال کیا جا رہا ہے؟ جب ہم سے National Finance Commission میں حساب کتاب کیا جاتا ہے، ایک ایک پیسے کا حساب کیا جاتا ہے، میں یہ مانتا ہوں کہ وفاقی حکومت کے پاس یہ پیسا ہے لیکن وفاقی حکومت ہمارے پیسے کی امین ہے، وہ اس طرح خرچ کرے جس proportion سے ہمیں services مہیا کی جا رہی ہیں۔ جناب والا! اس مسئلے پر یقیناً ہماری کوئی تسلی کرے۔ صوبائی خودمختاری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چھوٹے صوبے، میں بڑے ادب سے کہوں گا، بڑے صوبوں کے نقصانات پورے کر رہے ہیں، اربوں روپے کے نقصانات

پورے کر رہے ہیں، ہم اس میں اپنا حصہ اپنی آبادی یا اپنے NFC Award کے مطابق دیں جبکہ ہمیں کوئی services بھی میسر نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین! ہمارا گومل ڈیم کا ایک بہت بڑا پروجیکٹ ہے۔ یہ تقریباً ساڑھے سات ارب روپے کا پروجیکٹ ہے اور ہمیں اس کے لیے اس سال 82 million allocation دی گئی ہے۔ جناب والا! ہمارے ساتھ یہ کیا مذاق ہو رہا ہے؟ Remodelling of the Warsak Canal جو کہ 3897 million کا project ہے، اس کے لیے 123 million روپے رکھے گئے ہیں، وہ بھی پتا نہیں ملتے ہیں یا نہیں۔ اسی طرح جناب والا! ہمارے ہاں Hydro Electric Power Station کی feasibility کے لیے پیسے رکھے گئے ہیں، اس کی 20 per cent allocation بھی نہیں کی گئی ہے۔ جب 20 per cent پر feasibility ہی نہیں بنے گی تو ہم دس سال مزید انتظار کریں گے؟

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے وزراء کی تنخواہ کو دس فیصد کم کر کے بڑا اچھا کیا ہے لیکن ہمارے پختونخوا صوبے نے وزرا کی تنخواہ بیس فیصد کم کر دی ہے اور پنجاب نے پچیس فیصد کم کی ہے۔ اس حکومت کو کم از کم ۲۵ فیصد اپنے وزرا کی تنخواہیں کم کرنی چاہیئں۔ آخر پنجاب کے کسی اچھے قدم کو follow تو کرنا چاہیے۔ اسی طرح پنجاب نے ایک اور اچھا کام کیا ہے کہ انہوں نے اپنے پچھلے سال کے جاری اخراجات پر ۲۵ فیصد cut لگائی ہے۔ ہمارے ہاں اسے freeze کر دیا گیا ہے۔ جناب والا! جب تک ہم خود کفایت شعاری نہیں کریں گے، مجھے یاد ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی، اے این پی، پاکستان مسلم لیگ، ایم کیو ایم، تمام پارٹیوں نے pre budget seminar میں کہا تھا کہ آئندہ جب ہم منتخب ہو کر آئیں گے تو اگلے پانچ سال تک ہم کوئی نئی گاڑی نہیں خریدیں گے، نیا فرنیچر نہیں خریدیں گے، دفتروں میں جو کچھ ہے اسی سے کام چلائیں گے۔ تو آج یہ حکومت اپنے پچھلے سال کے اخراجات کو fix کرے، منجمد کرے یا ان کو ۲۵ فیصد کم کرے۔ پنجاب نے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے۔ پختونخوا نے اپنے وزرا کی تنخواہ میں بیس فیصد اور پنجاب نے پچیس فیصد کمی کی ہے تو وفاقی حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ اس اچھے اقدام کو follow کرے۔

جناب والا! اب کرپشن کے موضوع پر آتا ہوں۔ میں مانتا ہوں اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ کرپشن ہے۔ ہم پر بھی بڑا الزام ہے کہ ہمارے ہاں کرپشن زیادہ ہو گئی ہے اور پوچھا کرپشن کہاں ہو رہی ہے، ہری پور، ایبٹ آباد اور مانسہرہ کے لوگوں سے، جہاں سے ہمارے نام کے خلاف ایک تحریک چلائی گئی ہے اور وہاں جا کر ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ پشاور کی حکومت کیسی ہے۔ بہر حال میں debate میں

نہیں جاتا لیکن میں تسلیم کرتا ہوں کہ پاکستان میں، Transparency International یہ کہتی ہے کہ ہماری جتنی purchases ہو رہی ہیں، جتنا ہمارا Public Development Programme ہے اس میں چالیس فیصد ضائع ہو جاتا ہے، کرپشن کی صورت میں چلا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں پچاس فیصد جاتا ہے۔ جناب والا! میں اپنے صوبے کی ایک کمیٹی کا چیئرمین تھا اس میں، میں نے ثابت کیا کہ services کے جتنے ادارے ہیں وہ پچاس فیصد ضائع کر دیتے ہیں۔ ہمارا tender system ناقص ہے وہ رشوت کی طرف لوگوں کو لے جاتا ہے۔ اگر آپ transparency چاہتے ہیں تو اور کچھ نہیں کر سکتے، quality تو second بات ہے پہلے اپنے tender system کو تو صحیح کر سکتے ہیں۔ آج بڑے بڑے ناموں کے ساتھ کرپشن کی باتیں آتی ہیں۔ White collar corruption کی باتیں آتی ہیں۔ عدالتوں میں کیس چل رہے ہیں لیکن اگر ہمارا Federal Board of Revenue ایمانداری اور صحیح طریقے سے ٹیکس حاصل کرے تو پانچ سو ارب روپے ہمیں مل سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ایک طرف تو آپ نے غریبوں پر ایک فیصد جنرل سیلز ٹیکس بڑھا دیا، اگر نہ بڑھاتے تو کیا فرق پڑتا، تین مہینے بعد آپ ویسے دو فیصد کم کر رہے تھے، پندرہ فیصد کر رہے تھے۔ آپ نے Value Added Tax کو، ہم تو terrorism کا بڑا شکار ہیں، value added terror میں کہوں گا، اس کا نام بدل دیا ہے اور reform general sales tax رکھا ہے، کوئی بات نہیں تو base آپ تین ماہ بڑھا رہے تھے یا آپ کا پروگرام ہے کہ تین ماہ بعد اس ٹیکس کی base بڑھ جائے گی اور ہم اسے ۱۷ سے ۱۵ فیصد کر دیں گے وہ آپ آج کر سکتے ہیں، لیکن جولائی سے کر دیتے اور اگر کم نہ کرتے تو کم از کم سولہ فیصد تو رہتا۔ اس ایک فیصد کے بڑھنے سے پورے ملک میں مہنگائی کا ایک نیا چکر چل پڑا ہے۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ فضول خرچی اور عیاشی کی چیزوں پر ٹیکس لگائیں۔ آپ نے air conditioners and deep freezer پر بھی ٹیکس لگا دیا حالانکہ یہ گھر میں استعمال ہوتے ہیں لیکن گاڑیوں پر آپ نے ٹیکس کم کر دیا ہے۔ آپ نے گاڑیوں پر پچیس فیصد کسٹم ڈیوٹی کم کر دی ہے تاکہ لوگ بڑی پجاروز، لینڈ کروزرز اور مرسڈیز وغیرہ منگائیں لیکن موٹر سائیکل پر آپ نے ایک فیصد ٹیکس بڑھا دیا ہے جو کہ عام آدمی کے استعمال کی چیز ہے۔ آپ موٹر سائیکل پر ایک فیصد ٹیکس بڑھا رہے ہیں اور موٹر گاڑیوں پر پچیس فیصد کم کر رہے ہیں۔ جناب والا! آخر یہ تضاد کیا ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اس ملک میں ٹیکس دینے والے مختلف طبقے ہیں۔ مثال کے طور پر سینیٹ کا ایک کلرک ہے اور اس کی تنخواہ پچیس ہزار ایک روپیہ ماہوار ہے تو وہ tax pay کرے گا۔

ایک استاد ہے، ڈاکٹر ہے یہاں تک کہ ہمیں جو تیس ، چالیس ہزار روپے ملتے ہیں ان سے بھی ٹیکس کاٹا جاتا ہے لیکن کچھ لوگ ہیں جو اپنی زرعی زمینوں کی آمدن سے کروڑوں روپے کما رہے ہیں لیکن وہ کوئی ٹیکس ادا نہیں کرتے اور کہا یہ جاتا ہے کہ آئین میں چونکہ Agriculture Income Tax کا ذکر ہے کہ یہ نہیں لگے گا، جناب والا! میں نے 18th Amendment میں بڑی کوشش کی، میری پارٹی نے بھی کوشش کی، چیئرمین صاحب تشریف رکھتے ہیں، لیکن مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری بڑی پارٹیوں نے ہمیں support نہیں کیا بلکہ میں یہاں نام لوں گا کہ ایک پارٹی کے نمائندوں نے تو مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر آپ اس پر زور دیں گے تو پھر ہم پختونخوا کی مخالفت کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ ایک طرف لوگ کروڑوں روپے کما رہے ہیں جبکہ ان سے ٹیکس اس لیے نہیں وصول کیا جاتا کہ یہ صوبائی ٹیکس ہے۔ کمال ہے، آپ آئین میں اتنی ترامیم لائے ہیں تو دونوں پارٹیوں کی جانب سے ایک ترمیم یہ بھی آجاتی کیونکہ چھوٹی پارٹیاں تو suggest کر سکتی ہیں اور جب تک بڑی پارٹیاں ان کو support نہ کریں تو یہ ترمیم آ ہی نہیں سکتی تھی اور اگر نہیں تو آج پاکستان کے تمام صوبوں میں پاکستان پیپلز پارٹی ہر جگہ موجود ہے، پنجاب میں بھی اتحادی ہے، پختونخوا میں بھی اتحادی ہے، سندھ میں بھی وزیراعلیٰ ہے، بلوچستان میں بھی وزیراعلیٰ ہے اور یہاں بھی ہے تو کیا پاکستان پیپلز پارٹی اپنے اتحادیوں سے، جن میں ہم بھی شامل ہیں، یہ نہیں کہہ سکتی کہ اپنے صوبوں میں agriculture کی آمدن پر ایک provincial income tax لگائیں۔ آخر یہ کیوں نہیں کہا جاتا۔ کچھ علاقوں میں سرکاری ملازمین اور فوجی لوگوں کے گھروں پر کوئی پراپرٹی ٹیکس cantonment Board کے علاقے میں نہیں ہے مگر civilians پر ہے۔ آپ ٹیکس کے علیحدہ علیحدہ groups کیوں بنا رہے ہیں؟ جب تک پاکستان کے تمام شہری ایمانداری کے ساتھ برابری کی سطح پر ٹیکس نہیں دیں گے تو پاکستان ترقی نہیں کر سکتا۔

جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں، کہنے کو تو میں بہت کچھ کہہ سکتا تھا، میں بہت ساری تفصیل لایا ہوں۔ مالاکنڈ ٹنل کا اعلان ہوا تھا کہ مالاکنڈ میں ٹنل بنائی جائے گی لیکن اس ٹنل کے متعلق اس بجٹ میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ آیا اس کے لیے پیسے رکھے گئے ہیں؟ کیا اس کی feasibility ہے؟

جناب چیئرمین! سوال یہ ہے کہ اگر حکومت اپنے اعلانات پر عمل نہیں کرتی ہے تو اس سے بہتر یہ ہے کہ حکومت اعلان نہ کرے۔ آپ جب اعلان کرتے ہیں، لوگ خوش ہوتے ہیں، وہ واہ واہ کرتے ہیں، وہ encourage ہوتے ہیں لیکن جب بجٹ سامنے آتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ ایسے اعلان کی مد میں کوئی پیسا نہیں رکھا گیا۔

جناب چیئرمین! ہمارا صوبہ دہشت گردی کا شکار ہے۔ ہم سے National Finance Commission میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ ہمارے تمام نقصانات کا ازالہ Federal Government کرے گی چاہے Friends of Democratic Pakistan دیں یا نہ دیں لیکن آج کیا حشر ہے، آج سوات کے لوگوں کی rehabilitation کے لیے ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ آج سوات کی rehabilitation کے لیے جو پیسا چاہیے وہ نہیں مل رہا اور فاٹا کے تمام IDPs, Internal displaced persons ہمارے پختونخوا میں رہ رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! اگر ہم نے سوات اور مالاکنڈ کے لوگوں کو ناخوش کیا تو پھر یقینی بات ہے کہ وہ طالبان کی طرف دیکھیں گے اور کیا ہم چاہتے ہیں کہ لوگ پھر طالبان کی طرف دیکھیں؟ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جی مسز فوزیہ۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب۔

دشمن نہ کرے دوست نے وہ کام کیا ہے

کل سے بخیے ادھیڑ رہے ہیں آپ کے بجٹ کے کاش! کہ آپ نے یہ باتیں نوٹ کی ہوں اور ان کا اثر لیں۔ جناب! جب بجٹ آتا ہے تو یہ طے ہوتا ہے کہ حکومت اس کی تعریفیں کرے گی اور اپوزیشن اس کی برائیاں کرے گی۔ اب کچھ وہ اثر زائل ہوتا جا رہا ہے، اپوزیشن تعریفیں کرنے لگی ہے اور حکومت کے اتحادی برائیاں کر رہے ہیں۔ جناب! thanks to them طاہر مشہدی نے کل بہت اچھا بولا اور وہ غریبوں کے حق میں بولتے ہیں۔ شیخ حفیظ صاحب بہت اچھے انسان ہیں، میں ان کو بہت پہلے سے جانتی ہوں، بڑے نیک اور قابل ہیں لیکن وہ کوئی جادوگر تو نہیں ہیں کہ اتنے تھوڑے عرصے میں انہوں نے ایک من کا بجٹ تیار کر دیا، ہماری تو سمجھ میں یہ بات آتی ہی نہیں ہے۔ بجٹ ہمیشہ ذرا سی ردوبدل کے ساتھ آ جاتا ہے۔ پچھلی دفعہ ایک ممبر کے پاس بجٹ پورا سال desk کے نیچے پڑا رہا، میں دیکھتی رہی، وہ پڑھیں گے تو کوئی رائے دیں گے۔ جناب! ہمارے کھانے کے دانت اور ہیں اور دکھانے کے اور ہیں۔ یہ بجٹ دکھانے کے دانت ہیں کیوں کہ اس کے بعد mini budget پر mini budget آتے رہتے ہیں جو اصل میں کھانے کے دانت ہوتے ہیں اور پھر بغیر کسی منی بجٹ کے پورا سال قیمتیں بڑھتی رہتی ہیں۔ حالات کافی خراب ہیں، ان کو دیکھنا ہوگا۔ ہر غریب آدمی جس کے پیٹ میں نہ روٹی ہے اور نہ تعلیم ہے، وہ ہزاروں کا مقروض ہے، شاید اس نے ہزار کا نوٹ آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔

جناب! آپ لوگ جو IMF سے قرضے لے رہے ہیں اس کی شرطیں اتنی سخت ہیں کہ وہ آپ پوری نہیں کر سکتے ہیں اور ہماری گردنیں بوجھ تلے دب دب کر اب ٹوٹنے والی ہو چکی ہیں، خاص طور پر غریبوں کی، امیر تو کسی نہ کسی طرح اپنی آنے والی نسلوں کے لیے اپنے بنکوں میں دوزخ کی آگ بھر لیتے ہیں، غریب کے لیے یہ دنیا ہی دوزخ بن چکی ہے کیوں کہ نہ بجلی، گیس، پانی اور خوراک ہے، بس دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ہی ہمارے اوپر رحم کرے۔ ہم رات بھر جاگ کر عقلمند لوگوں کو talk shows میں سنتے رہتے ہیں اور سب کے سب جانتے ہیں کہ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے لیکن کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ بالکل یوں ہے کہ جس طرح ہم کبھی کبھی ڈراؤنا خواب دیکھتے ہیں کہ ہم بہت کچھ کرنے کی کوشش میں ہیں لیکن ہم ہاتھ بھی نہیں ہلا سکتے ہیں۔ خدا کرے یہ سارے حالات بدلیں، سات سال سے میں یہی فقرا بولتی جا رہی ہوں اور کوئی فرق نہیں پڑا ہے کہ پاکستان میں کوئی پروٹین کی کمی سے مر رہا ہے، کوئی پروٹین کی زیادتی سے مر رہا ہے۔ ہم لوگوں نے اس gap کو fill کرنا ہے۔ سات سالوں میں تو کچھ نہیں ہوا، مجھے تو آئندہ بھی امید نہیں ہے۔

اب آپ نے GST 1% بڑھا دیا ہے، اس کو برائے مہربانی واپس لے لیجیے کیونکہ اس سے مہنگائی میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ خیر، آپ وہ لے بھی لیں تو مہنگائی میں اضافہ ہونا ہی ہونا ہے، ہمیں عادت پڑ چکی ہے۔ جناب! خدا کے لیے VAT کو روکیے کیوں کہ اس سے اور بھی تباہی آ جائے گی۔ ہم بجٹ میں ادھر سے ادھر اربوں روپے ہوتے ہوئے سنتے ہیں، اتنے ارب ادھر رکھ دیا، اتنے ارب ادھر رکھ دیے لیکن سچ پوچھیں وطن عزیز ہمیں خالی دکھائی دیتا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اربوں روپے خالی کتابوں میں ہوتے ہیں، اصل میں وہ ہوتے نہیں ہیں، وہ ہو سکتا ہے امیروں کے بنکوں میں ہوں گے۔

آپ نے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے کہ 50% تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے لیکن مہنگائی تو 200% بڑھ چکی ہے، اس سے انہیں تھوڑا سا سہارا ہو جائے گا لیکن senior citizens کے لیے 15% رکھنا یہ آٹے میں نمک کے برابر ہے کیوں کہ ہماری عمر میں جا کر انسان کو بہت بیماریاں گھیر لیتی ہیں اور پھر غیرت مند آدمی اپنے بچوں کے آگے ہاتھ بھی نہیں پھیلا سکتا، ان کی pensions کو بھی کم از کم 50% بڑھا دیجیے، وہ تو ویسے بھی بڑی کم ہوتی ہے۔

آپ نے old citizens کے benefits کے لیے رقم رکھی تھی، سنا ہے اس میں سے آپ نے ستائیس ارب روپے motorway کو دے دیا ہے۔ ٹھیک ہے اس سے لوگوں کو ہی فائدہ ہو گا لیکن اس کمی کو کون پورا کرے گا جو benefit کی رقم میں سے نکل گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ

غریب کے benefit کے لیے بھی کچھ رقم مختص تھی، اس میں سے بھی خرد برد ہوا ہے۔ ہمیں کوئی بتائے کہ یہ رقم کہاں سے آئے گی کیوں کہ یہ بہت ضروری ہے۔

جناب! اگر حکومت چاہتی ہے کہ وہ اقتدار کو طول دے تو لوٹا ہوا پیسا واپس لے آئے یا پھر خود وہیں چلا جائے جہاں ان کا پیسا جمع ہے کیوں کہ اس طرح پاکستان کے اوپر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔

جناب! law and order کی حالت اتنی خراب ہے کہ کل طاہر مشہدی کراچی کے متعلق بول رہے تھے، اس کے علاوہ ہم بلوچستان کے بارے میں بھی خوب جانتے ہیں لیکن شاید آپ کو پتا نہیں کہ جب سے امریکہ میں فیصل شہزاد پکڑا گیا ہے، حالانکہ اس نے اعلان کیا تھا کہ میں اکیلا ہوں، میرے ساتھ اور لوگ شامل نہیں ہیں اس کے باوجود اسلام آباد سے بے شمار بچے اٹھائے جا چکے ہیں۔ بیوہ مائیں جن کے اکلوتے بچے اٹھائے گئے ہیں وہ بیہوش پڑی ہیں اور ان کے خود بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ایک بیچارہ باپ ہسپتال میں پڑا تھا جس کے دو بچے اٹھائے گئے تھے ایک کا نام میجر عدنان اور دوسرے کا سلیمان ہے لیکن کسی کو کوئی نوٹس نہیں ملا ہے کہ ان کے بچے کہاں ہیں؟ ہم نے بہت کوشش کی ہے لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ اب ہم اللہ کی طرف دیکھ رہے ہیں اور حکومت کی طرف دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔ اب latest خبر ہمیں ملی ہے کہ میجر عدنان واپس آ گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ سلیمان بھی واپس آ جائے گا۔ اس کے علاوہ بے شمار لوگ فیصل شہزاد کیس میں اندر ہیں جن کی کسی نے کوئی اطلاع نہیں دی کہ وہ کہاں ہیں؟ ہم انتظار کر رہے ہیں۔ جناب! لوگ اس بارے میں ہم سے رجوع کرتے ہیں لیکن ہمیں بڑی شرم آتی ہے یہ کہتے ہوئے کہ ہم بے بس ہیں۔ اب یہ ہے کہ ہسپتالوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ غریبوں کو اس طرح ذلیل کیا جاتا ہے کہ آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے کیونکہ آپ لوگوں کو تو VIP treatment ملتی ہے، ہم لوگوں کو بھی تھوڑی سی مل جاتی ہے۔ میرا ایک cook بیمار تھا تو میں اس کو لے گئی کہ چلو میں یہاں سے آپ کی treatment کرا لیتی ہوں۔ تو اس کی وہ حالت بنی کہ اس کے بعد پھر میں سرکاری ہسپتال میں نہیں جاتی بلکہ پرائیویٹ ہسپتالوں میں ہی جاتی رہی ہوں۔ اب آپ نے پیسا کم کر دیا ہے علاج اور تعلیم کے لئے، یہ دو چیزیں تھیں جو بہت اہم تھیں۔ چلیں، اچھا ہے، آپ کو تو فائدہ ہی ہوگا۔ جب انسان پڑھا لکھا نہیں ہوگا اور اس کی صحت بھی خراب ہوگی تو وہ آپ پر نکتہ چینی تو نہیں کر سکے گا۔ ہسپتالوں میں، جن کا پتا ہوتا ہے کہ یہ ٹھیک ہونے والے نہیں ہیں وہ مہینوں لٹکے رہتے ہیں۔ ان پر لاکھوں روپے کا خرچ آتا ہے۔ میں نے غریب ماؤں کی گودوں میں، چھوٹی عمر کے

بچے بغیر علاج کے مرتے دیکھے ہیں۔ بوڑھی ماؤں کی گود میں، میں نے نوجوان بغیر علاج کے مرتے دیکھے ہیں۔ تو خدا کے لئے کچھ تو انسانیت پر عمل کریں کیونکہ یہ تو بہت زیادہ ہو رہا ہے۔

یہ جو سٹیل ملز تھی یہ privatize ہو جاتی تو اچھا تھا۔ وہ اربوں کا فائدہ دے رہی تھی۔ اس وقت وہ اربوں کا نقصان دے رہی ہے۔ اس کے لئے PM نے 25 ارب روپے مختص کیا ہے لیکن مجھے نہیں لگتا کہ یہ دوبارہ اس کو اٹھا سکیں گے۔ میں ان پانچ لوگوں کے نام بھی لے سکتی ہوں جنہوں نے سٹیل ملز خالی کی ہے۔ میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ خدا کرے آئندہ کے لئے کوئی اسے روک لے۔ وہ کون لوگ ہیں، سب جانتے ہیں۔

جناب چیئرمین: چلیں conclude کر لیجیے۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان خان: اچھا جی۔ تیل کا اوپر نیچے ہونا ہر چیز پر اثر ڈالتا ہے یعنی ہر چیز کی قیمت بڑھ جاتی ہے اگر تیل کی قیمت بڑھ جائے۔ اسی طرح ڈالر کا اوپر نیچے ہونا بھی ہر چیز پر اثر ڈالتا ہے۔ ڈالر 62 کا تھا وہ اب 86 ہو چکا ہے تو خدا کے لئے اس کی بھی روک تھام کیجیے۔

اب آٹے میں دس فیصد کی بچت ہوئی ہے تو لوگ خوش ہو رہے ہوں گے کیونکہ ان کو یہ پتا نہیں ہے کہ یہ غریب لوگوں کا پیٹ کٹا ہے۔ انہوں نے دو وقت کی روٹی بھی ایک وقت کر دی ہے۔ حالانکہ مہنگائی میں اضافہ ہوا ہے۔ کم از کم 20% اضافہ ہونا چاہیے تھا آٹے کی کھپت میں، یہ دس فیصد جو کمی ہوئی ہے تو یہ غریب کا پیٹ کٹا ہے۔ خدا کے لئے ان چیزوں کا خیال رکھیئے۔ میں اس کے بارے میں یہ کہوں گی کہ:

بدلنا ہے تو مے بدلو نظام مے کدہ بدلو
وگرنہ ساغر و مینا بدل جانے سے کیا ہوگا

جناب چیئرمین: شکریہ بہت بہت۔ میاں رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو

I would take this opportunity to congratulate Senator Ahmed Ali, Chairman of the Standing Committee on Finance of the Senate of Pakistan

کہ اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اور تمام ممبران کو میں مبارک باد دینا چاہوں گا کہ اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے انہوں نے محنت کے ساتھ اور across party line ایک بار پھر recommendations تیار کیں، ابھی ہاؤس نے جن کی منظوری دی ہے اور وہ اب National Assembly کے پاس for consideration جائیں گی۔

جناب چیئرمین! میں نہایت ہی مختصر چند الفاظ آپ کے سامنے اور باتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں بجٹ کے سلسلے میں اور اس بات کا میں ابتداء ہی میں بھی یہ اعتراف کر چکا ہوں اور ابھی بھی اعتراف کرتا ہوں کہ میں نہ تو Economist ہوں اور نہ ہی مجھے یہ اتنے موٹے بجٹ documents کی کوئی سمجھ ہے لیکن چند باتیں اس ہاؤس کے ریکارڈ کے لئے اور تاریخ کے لئے ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے میں ضرور کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے جناب چیئرمین! کہ یہ بجٹ جو ہے کوئی بھی حکومت میں ہوتا، چاہے اپوزیشن کی جماعتیں ہوتی یا کوئی اور جماعت ہوتی یہ بجٹ غالباً اسی صورت میں ہمارے سامنے آتا۔ چونکہ موجودہ حالات کے اندر اس type کے بجٹ سے تبدیلی یا بہتر بجٹ آنا میں سمجھتا ہوں کہ ناممکن تھا لیکن جناب چیئرمین! جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اب وفاق ایک ایسے دوراہے پر آکر کھڑا ہے کہ جہاں پر بہت بنیادی فیصلے ہمیں کرنے پڑیں گے اور اگر ہم نے وہ بنیادی فیصلے نہ کئے تو تاریخ اور پاکستان کے محنت کش اور غریب عوام اس ruling elite کو معاف نہیں کریں گے اور جب میں ruling elite کی بات کرتا ہوں جناب چیئرمین! تو اس سے یہ نہ لیا جائے کہ میں صرف حکومت یا coalition government کی بات کرتا ہوں۔ میں جب ruling elite کی بات کرتا ہوں تو میں ان تمام MNAs, Senators, MPAs, Civil and Military Bureaucracy کی بات کرتا ہوں جس نے اس ملک کے resources پر کسی بھی ایک یا دوسری صورت میں اپنا قبضہ اور تسلط 1947 سے لے کر آج تک برقرار رکھا ہے لیکن جو صورتحال جناب چیئرمین! سامنے نظر آرہی ہے اس میں minor relief یا minor relief ادھر دینا اب اس سے کام نہیں چل سکتا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تاریخی موقع ہے جب پاکستان کی ruling elite کو اس بات کا فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ایک بہت بڑا paradigm shift ہمیں اپنی policies کے اندر لانا پڑے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج چاہے ہم ایوان کے اس side پر بیٹھے ہوں یا ایوان کی اس side پر بیٹھے ہوئے ہوں جو حقیقت گلی اور کوچوں کی ہے اس حقیقت سے ہم سب اپنی آنکھیں چرا رہے ہیں۔ گلی اور کوچوں کے اندر جناب چیئرمین! حقیقت یہ ہے کہ جو gap ہے haves اور have nots کے درمیان وہ

gap پہلے تو بڑھتا جاتا تھا۔ پھر اس کے بعد gallop کرنا اس نے شروع کیا اور اب وہ gap اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ اگر ایک آسمان ہے تو دوسرا زمین ہے اور یہ have gap اور have nots کے درمیان بڑھتا جا رہا ہے اور اس کی پاکستان کی ruling elite اور جس میں، میں بھی شامل ہوں، ماسوائے تقاریر کرنے کے اور ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ ہمیں اس بات کا ادراک نہیں ہے کہ آج پاکستان کی گلیوں میں haves اور have nots کے gap کے بڑھنے کی وجہ سے جناب چیئرمین!

There is revolution which is growing Mr. Chairman, on the streets of Pakistan and if and when that revolution comes then none of the corridors of power are going to be saved.

لہذا، آج ہمیں اس بات کا ان ایوانوں میں بیٹھ کر پاکستان کی اشرافیہ اور ruling elite کو اپنے طور اور طریقوں کے اندر ایک بہت بڑا paradigm shift لانے کی ضرورت ہے۔ جناب چیئرمین! یہ revolution جو پاکستان کی سڑکوں پر دستک دے رہا ہے، ایک خطرناک انقلاب ہوگا۔ یہ ایک خطرناک انقلاب اس لیے ہوگا کہ بدقسمتی سے ہمارے پاس وہ political institutions ہیں اور نہ ہی Constitutional institutions موجود ہیں جو اتنے strong ہوں کہ اس انقلاب کو جو ایک تاریخی حقیقت بنتا جا رہا ہے، channelize کر سکیں۔ جب political and institutional mechanism کسی انقلاب کو channelize کرنے کے لیے موجود نہیں ہوتا جناب چیئرمین! تو پھر ہمیں دنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ وہ انقلاب directionless ہو جاتا ہے اور directionless انقلاب society کو anarchy کی طرف لے کر جاتا ہے اور جب society anarchy کی طرف بڑھتی ہے تو پھر وہ کیا رخ اختیار کرے گی اس کا کسی کو علم نہیں ہوتا۔ پھر وہ انقلاب اس اشرافیہ کو، اس ruling elite کو خود بخود کھا جائے گا اور ایک نئی leadership ابھرے گی جس کو نہ آپ جانیں گے نہ ہم جانیں گے۔ لہذا جناب چیئرمین! میں آج آپ کے توسط سے، وفاق کے اس custodian of the House کے ذریعے پاکستان کی ruling elite کو اس بات اور خطرے سے باور کروانا چاہتا ہوں تاکہ کل جب مورخ لکھے تو کم سے کم وہ یہ ضرور کہہ سکے کہ

that is a compensation in history that at least the Senate of Pakistan put the ruling class of Pakistan to notice.

جناب چیئرمین! وہ وقت اب آچکا ہے جب ہمیں اس paradigm shift میں سخت فیصلے کرنے پڑیں گے۔ جب ہمیں اپنی belts کو tighten کرنا پڑے گا۔ جب ہمیں corruption کے لیے zero tolerance دکھانا پڑے گی۔ جب ہمیں austerity کے لیے خود examples set کرنا پڑیں گے۔ جب تک پاکستان کی ruling elite Pajero Culture سے ہٹ کر Suzuki culture or bus culture پر نہیں آئے گی اس ملک کے حالات سنور نہیں سکتے۔

جناب چیئرمین! ان مشکل فیصلوں کو لینے کے لیے صرف حکومت کافی نہیں۔ حکومت یہ مشکل فیصلے اکیلے نہیں لے سکتی۔ ان مشکل فیصلوں کو لینے کے لیے جس طرح اٹھارھویں آئینی ترمیم کے لیے ایک grand national alliance نے جنم لیا ویسے ہی ایک grand national economic roadmap بنانے کے لیے تمام national stakeholders کو اکٹھا کرنا پڑے گا چاہے وہ trade unions ہوں، چاہے وہ parliamentarians ہوں، چاہے وہ civil military bureaucracy ہو، چاہے وہ professionals ہوں، چاہے وہ intellectuals ہوں، آپ کو ان سب کو اکٹھا کرنا پڑے گا اور جب تک آپ ان کو اکٹھا نہیں کریں گے اور اپنی نئی priorities lay down نہیں کریں گے، اس وقت تک جناب چیئرمین! ہم اسی طرح اکٹھے ہوں گے، تقریریں کریں گے اور پھر جب ہم باہر نکلیں گے تو ایک ایسا اسلام آباد ہمیں نظر آئے گا جہاں پر lawns کو پانی دینے کے لیے تو اتنا وافر پانی دستیاب ہے کہ اس سے روزانہ سڑکیں نہلادی جاتی ہیں اور ایک پاکستان وہ ہے جیسے بلوچستان میں جانور اور انسان ایک ہی گندے جوہڑ سے یا کنویں سے پانی پیتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اب وفاق ان discrepancies کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

We are at the crossroads of politics. We are at the crossroads of economics. We are at the crossroads of giving rights to the provinces.

جناب چیئرمین! جو میں دوسرا issue آپ کے سامنے یہاں پر رکھنا چاہتا ہوں، اس کا تعلق labour سے ہے اور کیونکہ ان کی relationship budget and financial institutions سے ہے، لہذا بہت مختصر طور پر میں آپ کے سامنے چند نکات رکھنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے trade unions پر سے پابندی اٹھائی لیکن ایک کالا سیاہ کالا قانون جس کی commitment صدر پاکستان نے کی، جس کی commitment وزیراعظم پاکستان نے کی کہ

Banking Companies Ordinance 27(b) کو ختم کر دیا جائے گا تاکہ بینکوں میں trade union activities ہو سکیں، اس کو banking cartel نے sabotage کیا۔ میرا آج اس floor پر آپ کے توسط سے حکومت سے یہ مطالبہ ہے کہ صدر پاکستان اور وزیراعظم پاکستان کی وہ commitment کہ Banking Companies Ordinance 27(b) ختم کر دی جائے گی، کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

دوسری بات جناب چیئرمین! یہ کیا بات ہے کہ there is a state within the state. دو قوانین ہیں، ایک قانون ان اداروں کے لیے ہے جو حکومت کے ماتحت ہیں اور ایک قانون ان اداروں کے لیے ہے جو private sector میں کام کر رہے ہیں۔ آپ نے minimum wage fix کی۔ میں آپ کو شرط کے ساتھ کہتا ہوں کہ private sector میں minimum wage کا نفاذ نہیں ہو رہا ہے۔ آپ نے Rs. 7000/- fix کی ہے، private sector میں آج بھی Rs. 4000/- اور Rs. 5000/- سے زیادہ wage نہیں دی جا رہی ہے۔ لہٰذا میرا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ state within the state کو ختم کیا جائے اور private sector میں بھی minimum wage کو نافذ کیا جائے۔

تیسری بات جناب چیئرمین! 2006 کا جو Finance Bill آیا اس میں غیر قانونی چیزیں شامل تھیں، ہم نے Opposition میں بیٹھ کر اس کی اس وقت بھی مخالفت کی تھی کہ یہ باتیں Money Bill کے زمرے میں نہیں آتیں لیکن ان کو پھر بھی 2006 کے Finance Bill میں شامل کیا۔ اور وہ آج بھی نافذ العمل ہیں۔ آپ کے توسط سے میں یہ باتیں Leader of the House کی knowledge میں لانا چاہتا ہوں تاکہ وہ حکومت سے یہ بات کہیں کہ ان باتوں پر عملدرآمد کروایا جائے:

No. 1. The Shops and Establishments Ordinance 1969 was amended and the daily working hours was increased from 08 hours to 12 hours and similarly the compulsory close holiday has been abolished.

No. 2. Through an amendment in Sections 38 and 45 of the Factory's Act 1934; Employees particularly women workers who were not allowed to work after sunset, now they said that they

would continue to work till 10:00 P.M. in two shifts, that should be done away with.

The West Pakistan's Standing Ordinance 1968 has created a new category of contract workers who will not be entitled for legal overtime work. In addition, the duration of overtime has been increased from 150 hours to 624 hours a year for adults and from 100 hours to 468 hours for young persons. Finally, Mr. Chairman,

جو بات میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اس کا تعلق پاکستان کے آئین کے ساتھ ہے۔ میں یہاں پر یہ
بات اس لیے بھی زیادہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان دونوں ایوانوں، نیشنل اسمبلی اور سینیٹ کی، اٹھارھویں
ترمیم ownership ہے۔ یہ دونوں ایوان پاکستان کے آئین کے رکھوالے ہیں۔ لہٰذا میں چند باتیں
یہاں پر آپ کے سامنے ضرور کہنا چاہوں گا۔ جناب چیئرمین! آرٹیکل ۸۹ میں اٹھارھویں ترمیم کے
ذریعے ترمیم آئی اور اس میں آرڈیننس کی power کو limit کر دیا گیا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے
inland revenue کی re-promulgation کے لیے نیشنل اسمبلی میں resolution move
ہوا۔ کسی بھی وجہ سے اس resolution کو حکومت نے withdraw کر لیا۔ اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس
کو دوبارہ اسی resolution کی شکل میں یا bill کی شکل میں، نیشنل اسمبلی میں لایا جاتا لیکن اس کی
provision کو، جن کا تعلق money bill سے نہیں ہے، جو آرٹیکل ۳۷ کے زمرے میں نہیں آتیں،
ان کو Finance Bill میں شامل کر کے پاس کروانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ
مناسب بات نہیں ہے۔ ابھی the ink has not dried on the 18th amendment
and we should not scuttle it like that. نمبر ۲ جناب چیئرمین! بڑے واضح الفاظ میں
Federal Legislative List میں یہ کہا گیا ہے، جو بات پہلے نہیں تھی، وہ اٹھارھویں ترمیم میں ہم
نے ڈالی ہے کہ GST on services صوبوں کا حق ہے کہ وہ اسے collect کریں اور وہ اسے
استعمال کریں۔ یہ بات اٹھارھویں آئینی ترمیم میں لائی گئی۔ کبھی ہمیں VAT کے ذریعے، کبھی کسی اور
ذریعے سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اس کو for the time being accept کر لو

but I want to make it abundantly clear, on the floor of this House that we will not allow Pakistan Constitutional Agenda to be held

hostage or to be dictated by any donor or any financial lending institution

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: پاکستان کا آئین اگر یہ کہتا ہے کہ GST on services اور اس کی recovery صوبوں کا حق ہے تو اگر صوبے اس کو recover کرنا چاہتے ہیں تو یہ ان کا آئینی حق ہے and we will not allow any international donor agency to come and dictate our constitutional agenda جناب چیئرمین صاحب! CVT کے بارے میں ڈار صاحب آپ کو پہلے بتا چکے ہیں۔ CVT اٹھارھویں ترمیم میں ختم ہوئی اور Finance کا جو revise آیا ہے صفحہ ۱۱ پر آیا ہے، اس میں وہ موجود ہے۔ مجھے تو اس بات پر بھی شک ہے لیکن ڈار صاحب نے اسے ایک حد تک clear کرنے کی کوشش کی ہے تو میں اس پر خاموش ہوں لیکن مجھے تو ابھی بھی اس بات پر شک ہے کہ Federal Excise Duty in sales tax mode جس کو اٹھارھویں ترمیم میں ختم کیا گیا تھا، وہ بھی ابھی کسی نہ کسی طریقے سے لی جا رہی ہے لیکن میں نے جیسے کہا کہ اس کو میں ابھی اتنا press نہیں کر رہا because I am not very clear on that اور جو NFC کے ساتھ ہوا اور NFC کے بعد جو بجٹ میں این ایف سی کی reflections دکھائی گئیں اور پھر addendum دیا گیا اور پھر این ایف سی کو اس کا حصہ بنایا گیا۔ جناب چیئرمین! میں یہاں پر یہ بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ کچھ forces ابھی موجود ہیں، جنہوں نے اٹھارھویں ترمیم اور بالخصوص اس کے ذریعے جو devolution کا process ہے، اس کو ابھی ہضم نہیں کیا لیکن مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ President, Prime Minister and Parliament کی commitment ہے کہ اٹھارھویں ترمیم پر مکمل طور پر انشاء اللہ عملدرآمد ہو گا اور Concurrent List کے وہ تمام subjects جو ختم کیے گئے ہیں، وہ provinces کو devolve ہوں گے اور اسی تاریخ 30جون ۲۰۱۱ء تک۔ آخر میں جناب چیئرمین صاحب I will take just one minute from you آخر میں وزیر خزانہ کی تقریر کے میں آٹھ اداروں کا ذکر کیا گیا۔

(اس موقع ایوان میں اذان ظہر کی آواز سنائی دی)

جناب چیئرمین! I will just wind up میں عرض کر رہا تھا کہ وزیر خزانہ کی تقریر میں آٹھ اداروں کی نشاندھی کی گئی گو کہ انہوں نے یہ بات کھل کر نہیں کہی لیکن انہوں نے جو اشارے دیے

ہیں، ان سے یہ تاثر ضرور ابھرا ہے کہ ان کا شاید آئندہ یہ ارادہ ہو کہ کسی بھی stage پر جا کر ان اداروں کو privatize کر دیا جائے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: میں یہاں پر یہ بات بڑے واضح الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے محنت کش، ان اداروں میں پی آئی اے اور سٹیل ملز تمام شامل ہیں۔ ان اداروں کے محنت کش، ان اداروں کو privatize ہونے نہیں دیں گے۔ یہ بڑی واضح بات ہے۔ we will not allow these institutions to be privatized کیونکہ ہم نے privatized کا حشر دیکھ لیا ہے اور جن ممالک میں privatization نے جنم لیا، وہ اس سے ہٹ رہے ہیں۔ ہاں اگر آپ نے ان اداروں کو بہتر بنانا ہے تو میں آپ کے توسط سے ان کو تجاویز دیتا ہوں۔

No. 1. That the present Board of Directors should be abolished immediately.

No. 2. A new Board of Directors should be constituted جس میں ان متعلقہ شعبوں کے لوگ موجود ہوں اور اس کے ساتھ there should be at least three directors from the labour, representing the labour تا کہ ایک harmonious concept of management and labour جنم لے اور ان اداروں کے مشکل فیصلے labour and management مل کر کریں تا کہ وہ ادارے ان کو implement کر سکیں۔

نمبر 3۔ وفاقی حکومت ان اداروں کے MDs and CEOs appoint کرے اور ان کی appointment کی ratification parliamentary Committee کے ذریعے کروائی جائے۔

نمبر 4۔ ان اداروں میں جب یہ تبدیلیاں آجائیں تو ابتدا میں ہر چھ ماہ کے بعد سینیٹ اور قومی اسمبلی کی متعلقہ joint meeting of the standing committees call کی جائے جو ان اداروں کی چھ ماہ کی کارکردگی کو پرکھے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

Mr. Chairman: Thank you. Mrs. Rehana Yahya.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: حکومت کے Advisor آپ کی وساطت سے حکومت کو advise کر رہے ہیں، ہمیں سمجھ نہیں آئی۔

(ڈیسک بجائے گئے)

Mr. Chairman: Mrs. Rehana Yahya.

Senator Rehana Yahya Baloch: Sir, thank you very much. Sir, I thought that you have forgotten about us. Excuse me, there should be some order in the House. To start with, I thought

آپ ہمیں بھول گئے ہیں یا ہمیں chance نہیں ملے گا۔

جناب چیئرمین: آپ بسم اللہ کیجیئے۔

سینیٹر ریحانہ یحییٰ بلوچ: بسم اللہ کریں گے، اگر آپ chance دیں گے۔

جناب چیئرمین: آپ کو chance دے رہے ہیں۔

سینیٹر ریحانہ یحییٰ بلوچ: سب نے اپنے اپنے points پر بات کی ہے۔ Everybody has covered each and every point. مگر جو رہ گئے ہیں، میں ان میں سے کچھ پر بات کروں گی۔ مثلاً inflation پر میری جو reservations ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Poverty seems to have been increased in the region.

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! ذرا madam کی تقریر سن لیں۔

Senator Rehana Yahya Baloch: High rate of inflation, scarcity of power and war on terror, these all have added inflation which has increased poverty in the country. People on the streets were very optimistic that may be some of their problems will be solved but after going through the budget, none of the problems have been resolved but no reason have been given for that.

جناب چیئرمین: Advisor Sahib, please speech سنیئے۔

Please let us have some decorum in the House.

Senator Rehana Yahya Baloch: With the back breaking inflation which has raised 25% to 50% in the last few decades, there is energy crisis all over, there are no jobs, they all are adding to inflation. In the annual plan it is stated that, poverty reduction strategy, and it has given 3, 4 points. Provision of productive assets to the poor. Enhancement of capacity of the people through human development. Adequate resources for financing, strengthening institutions for better delivery of public services. Sir, is this supposed to be a joke, people can't make two ends meat. They can't provide two square meals to their families. They will have to wait for these programmes to be materialized so that they can have food to eat. Again it has been stated that state land will be distributed to the landless farmers. Again the government is playing with the patience of the people. Sir, they will get the land, they will sow it, they will reap it and then they have the result.

جناب! اتنے دنوں تک وہ کیا کھائیں گے، کیا کریں گے؟

Mr. Chairman! I will come to the agriculture which is the largest sector of the economy and over 60% of the population of Pakistan relies on this sector for their livelihood. Crop yield remains low. Appropriate investment in agriculture in carefully selected areas are expected to generate the internal rate of return of about 150% and would lead to poverty alleviation at the grass root. Agriculture is the largest income generating sector of Pakistan's economy. However it continues to suffer from low productivity. Crop yields on the average farm are lower by 31% to 75% then the yields on a progressive farm. A growth of 5 to 6% in agriculture is imperative to ensure a rapid growth in national income and poverty reduction.

Sir, dams should be built in Balochistan because we don't have rivers and streams. Our water which is drawn through tube wells has lowered the water table drastically, so to conserve the rain water we have to have dams to store water even delay action dams in the mountainous areas.

Sir, the only source of canal water which the people of Balochistan get is through Pat Feeder and Kirthar Canal. I am sorry to say that the Sindh government is not giving Balochistan its due share of water from the Indus river which is affecting crops in Naseerabad and Jafferabad districts, this should also be considered. I would request the Inter-Provincial Advisor to the Prime Minister to kindly look into this issue and solve the problems of Balochistan.

Sir, load shedding which has become a word used everyday, day and night by people all over Pakistan. Sustainable supply of energy is a prerequisite for economic growth. Increased use of better energy sources saves time, improves productivity, helps people in improving the quality of life and environment and increases the productivity of resources.

Energy trend which we have in Pakistan are power, natural gas, coal petroleum and petroleum products. Sir, it is all but a dream load shedding has ruined the lives of the whole nation. Industries have closed, factories have shut down, tube wells can't be run which is destroying the agriculture and orchards in Balochistan and elsewhere in the country.

Sir, about yesterday, sir, I am going to say there was load shedding where I come from, there was 18 hours and the 6 hours which they have light, the light was so low that they could not even watch TV. Sir, you know the Football World Cup is going on and people are very enthusiastic to watch these matches but as there was no electricity and without which TVs would not show the

matches. Sir, if you could kindly talk to the concerned ministry about this.

Sir, to further ensure quality education and for the improvement of literacy in the country, I think, think tanks should be set up in various sectors. These teams of professionals should work closely with the relevant department to achieve well defined target. Missing facilities should be provided in all elementary schools, additional class rooms, clean drinking water, toilets should be provided.

Transport facilities should be provided to female teachers in rural areas. A lot of aid comes from foreign NGOs, how and where is this amount spent, should be made transparent.

Community involvement through education foundations for promotion of literacy and basic education. Pro poor policies for providing food items, free text books to students up to secondary school and stipends for girls, these are encouraging factors in education department but still I feel that funds allocated are not enough. The government should consider to increase the funds for education.

Higher education sir, which everybody knows is very important education. Higher education is the engine that drives countries towards development and advancement. Previously in the year 2009−10 an amount of Rs. 22.5 billion was allocated for higher education which was reduced to Rs. 18.5 billion. The President and the Prime Minister should take higher education more seriously because the cut in grants would affect research in universities. The government should commit to support higher education and increase its funding, otherwise Pakistan will only slide backwards.

Sir, transport system has direct or indirect linkages with all the important sectors of the economy and social development of a

country. An efficient and good quality transport system contributes to economic growth by lowering domestic production cost. Transport sector generates large number of employment opportunities for the people and economic activities depend on this sector. The current road network is insufficient to cater the needs of the growing population of the country. Over loading is a major cause of road deterioration, inadequate funding for maintenance. The Government departments involved in road maintenance, are very centralized in decision making, have low salaries and lack of management.

Sir, 50% of increase in the salaries of the Government employees is appreciated all over and also medical allowances. However, the employees of private sector are still deprived of any such relief while they suffer equally owing to increasing cost of living. It is necessary to give relief for millions of employees from private sector. Sir, improvement of health of the people, hospitals in rural areas are neglected, no doctors, no medicines, no ambulances, mother and child motility rate is highest in Balochistan. Promotion of LHVs that the doctors don't go, at least, we can promote the LHVs from that area to provide skill to the women in rural areas. Sir, the plight of the missing persons, the Government is not taking any notice of that there are just promises and everybody says, we will look into it and no body looks. Sir, just for one moment, the flood affectees of cyclone which happened last week in Balochistan, of course the Government is doing its share but more should be done for them. Sir, the operation in different parts of Balochistan, I live in Quetta where three and four operations have taken place. When I was there but I am amazed at the press that the press does not even give it coverage. Most probably, it seems that the news from Balochistan have been blocked in these areas and it does not reach to those people of

that area. Sir, the plight of the people of Balochistan is not better, whatever I see and I come from, I have sometimes feelings that we are like the people of Ghaza in the Palestine, all our sympathies and prayers with the Palestinian people, I hope somebody looks into it. Thank you very much.

Mr. Chairman: Thank you Madam. Mrs. Kulsoom Perveen.

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ جناب چیئرمین۔

دیکھنا تقریر کی لذت کو جو اس نے کہا

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

جناب! more than 10 days ہو گئے ہیں کہ ہمارے معزز اراکین اپنی اپنی تقریروں میں اپنے اپنے House inputs کے knowledge میں لا رہے ہیں۔ جناب! میں بہت کچھ کہنا چاہ رہی تھی، ایک کتابوں کا ڈھیر ہے، مگر میں کوشش کروں گی کہ میں چند points کو focus کروں اور اس میں میری زیادہ کوشش ہو گی کہ میں اپنے صوبے کو focus کروں اور اس کے مسائل آپ کے توسط سے آپ تک پہنچا سکوں۔ جناب! جب کسی انسان نے اپنے آپ کو عقل کل سمجھ لیا اور اقتدار کے اندھے گھوڑے پر سوا ہوا تو وہ منہ کے بل گرا اور اس نے جو آمرانہ لہجہ اختیار کیا تو وہ نشان عبرت بن گیا۔ جن لوگوں نے اچھے decisions and measures لئے یا قوم کی خدمت کی، ان کو کسی نشان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میرے بہت ہی senior colleague پہلے کہہ رہے تھے کہ President صاحب نے نشان امتیاز اور حسن کارکردگی کے تمغے دینے کا وعدہ کیا، جناب! میرا خیال ہے کہ اگر ہم ایدھی امین صاحب کو دیکھیں، اگر ڈاکٹر قدیر خان صاحب کو دیکھیں یا جن لوگوں کے اچھے کام ہیں، ان کو دیکھ لیں، ان کو کسی تمغے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی کارکردگی کو لوگ جانتے ہیں اور ان کے لیے وہی تمغہ ہے، اس کو تمغہ حسن کارکردگی کہیں یا تمغہ امتیاز کہیں۔

جناب! وزیر خزانہ جناب عبدالحفیظ صاحب نے 1700 ارب خسارے کا بجٹ پیش کیا، وزیر خزانہ نے اس بجٹ کے ذریعے اقتصادی بحالی، افراط زر کا control مقامی وسائل کی آمدنی کو متحرک کر کے خود انحصاری کی طرف پیش قدمی کی ہے، بے روزگاری کے خاتمے، سرمایہ کاری کی فضا کو بہتر بنانے کے لیے ساتھ اہم مقاصد کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے ان سنگین حالات میں، ان سنگین معاشی بحران

میں جو بجٹ پیش کیا ہے، میں سمجھتی ہوں کہ اس سے زیادہ اور بہتر کوشش نہیں ہو سکتی تھی- جناب! میں اس سے پیشتر بجٹ کی کچھ خامیوں کی نشاندہی کروں، اچھی کارکردگی بھی ضرور ہے جس میں Government اور اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی coalition اور اس طرف بیٹھی ہوئی Opposition تمام کا کردار ہے-

جناب! NFC Award, اٹھارھویں ترمیم اور صوبہ پختونخوا کو سات سال بعد اس کا نام دینا well done بہت اچھا ہے- میں سمجھتی ہوں کہ یہ Government کی نہایت ہی نامساعد حالات میں ایک بہت اچھی کوشش ہے- میں مانتی ہوں، میں جانتی ہوں، مجھے معلوم ہے جو لوگ کہہ رہے ہیں، یہ وقت کی، لوگوں کی اور معاشرے کی ضرورت اور demand ہے، ہم سماج میں رہتے ہیں، ہم لوگوں میں رہتے ہیں، ہم معاشرے میں رہتے ہیں، ہمیں لوگوں کے مسائل کا پتا ہے- میرا خیال ہے کہ یہ حالات ایک دن میں خراب نہیں ہوئے، یہ حالات آج جس نہج پر ہیں یا آج جس موڑ پر ہیں، یہ کوئی ایک دن میں نہیں ہوئے، اگر ہم پاکستان کی 60 سالہ history دیکھیں تو یہ one by one کچھ نہ کچھ ہوتا رہا اور آج ایک منبع بن گیا ہے- اس کی مثال ایسی ہے جیسے میں آپ کی توجہ ہنزہ جھیل کی طرف مبذول کراؤں گی، 2005 میں ہم NDC workshop کر رہے تھے، آپ یقین کریں کہ وہاں ایک خاتون کونسلر تھی، شاید مجھے اس کا نام صحیح یاد ہے یا نہیں ہے، I am not clear شاید اس کا نام حلیمہ تھا، اس نے کہا کہ یہ glaciers گرمی سے پگھل رہے ہیں، پانی بن رہے ہیں اور اس سے پورے پاکستان میں بہت بڑا flood آجائے گا، ایک عام عورت یہ بات کہہ رہی تھی، اس کی نشاندہی کر رہی تھی- شاید ہمیں سونے کی عادت ہے اور ہم اس وقت جاگتے ہیں جب چیزیں آجاتی ہیں اور جب ایک طوفان آجاتا ہے پھر ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہم اس کو کیسے settle کریں- جناب چیئرمین! اس Government نے معاشی مشکلات میں جو بجٹ پیش کیا، اس میں بہت بڑے challenges ہیں، ہم نے بہت زیادہ توجہ ان اداروں کی طرف دی جو collapse ہونے جا رہے تھے جو crack ہونے جا رہے تھے اور وہ PIA, Railways, Steel Mills, Utility stores and corporations ہیں، ہم نے تعلیم، صحت، technology ان تمام چیزوں کو بالائے طاق رکھ دیا، ہم نے ان پر 50% کٹوتی کر دی- کیا آنے والے دور میں یہ چیزیں make sure ہوں گی کہ جن اداروں کو ہم اتنا پیسا دیتے ہیں ہمیں ان سے کیا in put ملے گا- میں بھی میاں رضا ربانی کی طرح کہوں گی کہ اسے privatize کریں، مگر اس کو چلانے کا کیا طریقہ ہو گا، یہ کیسے منافع دے گی، کیا surety ہو گی کہ آج یہ اتنا پیسا لیں اور کل وہ پھر کھڑے

ہو جائیں گے کہ اتنا پیسا اور دو۔ ہم اپنی قوم کے بچوں سے روٹی کا نوالہ چھین کر ان کے منہ میں ڈالیں گے تو کیسے وصول کریں گے۔ جناب والا! کوئی طریقہ کار، کوئی logic, یقیناً کوئی نہ کوئی چیز مد نظر ہو گی۔

نمبر 1 سٹیل ملز۔ میری اطلاع کے مطاق ابھی تک اس سٹیل ملز میں وہی شخص ہے جس کی وجہ سے بہت زیادہ بدعنوانیاں اور کرپشن ہوئی اور سٹیل ملز کو نقصان ہوا۔ اسی سٹیل ملز نے کروڑ روپے کا منافع دیا تھا۔ میں مانتی ہوں کے مشکل فیصلہ ہو گا، میں مانتی ہوں کہ آپ کو بہت سے لوگوں کو ناراض کرنا پڑے گا، انہیں ناراض کر دیجیے، کوئی بات نہیں، ملک بچانا ہے، لوگ نہیں بچانے، گورنمنٹ بھی نہیں بچانی۔ ہم نے اس پاکستان کو بچانا ہے، سترہ کروڑ عوام کو بچانا ہے۔ اس کے لیے آپ کو وہاں پر first of all Board of Directors کو demolish کرنا ہو گا اور ایماندار اور اچھے لوگ جن کی کارکردگی اسی سٹیل ملز میں تھی، بیشک ان کی advisory لے لیں، سٹیل ملز کو کوئی ایسی lump sum amount دے دیں کہ کم از کم اگلے دو تین سال اپنے آپ کو تو چلائے۔

نمبر 2 ریلوے۔ انگریزوں کے دور میں ریلوے متعارف ہوا تھا۔ میرے صوبے بلوچستان تک سرنگیں بنائی گئیں، نہایت مشکل کام کر کے ریلوے پٹڑیاں بچھائی گئیں، ہزاروں کروڑوں لوگوں نے سفر کیا۔ آج وہی ریلوے collapse ہو رہا ہے، وہ scrap ہو کر بک رہا ہے، ٹرینیں بند کی جارہی ہیں۔ جناب! آپ میرے ساتھ چائنا میں تھے، وہاں پر آپ نے ریلوے کے کارکردگی دیکھی، میرا خیال ہے بہت اچھے جہاز میں بیٹھنے سے بہتر وہاں بیٹھنا زیادہ بہتر تھا۔ جناب والا! اگر ہاؤس کی تھوڑی توجہ ہو۔ میرے خیال میں بھی وہی بات کہنے جارہی ہوں جو کہ انہوں نے کہی ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: ایک منٹ جناب چیئرمین۔ میں جو بات کر رہا تھا وہ میں share کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: وہ speech کر رہی ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی فنانس کا بندہ نہیں ہے، کوئی وزیر نہیں ہے، کوئی گیلری میں بندہ نہیں بیٹھا۔ ہم جو کچھ بول رہے ہیں تو کیا کوئی بندہ notes لینے والا ہے؟

Mr. Chairman: People are noting,

وہ اوپر بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ اوپر بیٹھے notes کر رہے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب! ہم سب ہوا میں بول رہے ہیں، کوئی note کرنے والا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: آپ نہیں دیکھ رہے، میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ جی کلثوم صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب! آپ نے صحیح فرمایا کہ کچھ اوپر بیٹھے ہیں، اگر کچھ نیچے بھی بیٹھیں تو زیادہ بہتر ہے۔ میں دوسری بات ریلوے کے لیے کہنا چاہوں گی کہ ریلوے کی وہ زمینیں جو نہایت ہی قیمتی prime location پر ہیں، جن پر قبضہ مافیا نے قبضہ کیا ہوا ہے یا لوگوں نے اپنے farm houses بنائے ہوئے ہیں، ان زمینوں کو privatize کریں یا کسی foreign companies کو دیں تاکہ اس سے پیسا generate کیا جا سکے۔ ریلوے کو اپنی پٹڑی پر اپنی ٹرین چلانا ہو گی، یہ نہیں ہو گا کہ اگلے سال بھی یہی پیسا ان کے منہ میں جائے اور جو باقی ادارے ہیں وہ suffer کریں۔

جناب والا! PIA ایسا ادارہ تھا کہ لوگ اس کی مثال دیتے تھے۔ ہمارے technical لوگ دوسرے ملکوں میں جا کر training دیتے ہیں، آج PIA کو اربوں کھربوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ ہم نے ان کے لیے اس بجٹ میں پیسا رکھ دیا ہے۔ کیا آنے والے وقت میں بھی ہم یہی کریں گے؟ ہم صرف پانچ یا چھ ادارے چلائیں گے، باقی پاکستان کا اللہ حافظ ہو گا۔ نہیں جناب، ایسا نہ کریں، یہ نہیں ہونا چاہیے، اگر آج ایک ادارہ نقصان کر رہا ہے تو اس کی کارکردگی کو شفاف بنانا ہو گا، اس کو monitor کرنا ہو گا، اس کی کارکردگیوں کو ہاؤس میں لانا ہو گا، اگر ہاؤس میں ممکن نہیں ہے تو کمیٹی میں لانا ہو گا تاکہ پتا چلے کہ after3 month ان کی کیا کارکردگی ہے۔

جناب والا! اسی طرح corporations جن کے heads کی لاکھوں میں تنخواہیں ہیں۔ ہماری تنخواہ کو کہا جاتا ہے parliamentarians مزے کر رہے ہیں، ان کی 23ہزار تنخواہ ہے۔ ان کی لاکھوں اور کروڑوں میں تنخواہیں ہیں اور ان کے benefits علیحدہ ہیں۔ انہوں نے بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا ہے۔ یوٹیلٹی سٹورز لوگوں کو subsidy دینے کے لیے تھے، غریب عوام کو فائدہ پہنچانے کے لیے تھے، وہاں ہر کسی نے اپنی اپنی monopoly قائم کی ہوئی ہے۔ ان کارپوریشنوں کے heads کو بھی change کرنا ہو گا، اگر heads کو change نہیں کر سکتے تو چند اچھے ایماندار لوگوں کو اس میں لانا ہو گا۔ میں نہیں سمجھتی کہ ہمارے جذبے ختم ہو گئے ہیں، جذبے زندہ ہیں اور میں نا امید نہیں ہوں۔

میں اب اپنے صوبہ بلوچستان کی بات کروں گی، حقوق بلوچستان کا جو package دیا ہے اس کی بات کروں گی۔ صوبے کے حقوق کا تو اسی وقت آغاز ہو گیا تھا جب خان آف قلات نے اپنی اسٹیٹ کا، پاکستان کے ساتھ الحاق کیا۔ قائد اعظم کو نہایت عزت و احترام سے اپنی آماجگاہ میں، اپنی اسٹیٹ میں بلایا اور سونے اور چاندی میں تولا۔ کیا بلوچوں کی یہ بلوچستان سے حب الوطنی کافی نہیں ہے؟ ہم سے زیادہ محب وطن شاید ہی کوئی ہو۔ جناب! آغاز تو ہو چکا ہے اور خدا کرے کے اس کا انجام بھی بہت اچھا ہو۔ آپ یقین کریں کہ چند روز پہلے ایک سیمینار تھا، ہمارے بلوچستان کی leadership بھی تھی، آپ کی گورنمنٹ سے میاں رضا ربانی صاحب بھی تھے، ان کو بہت سے سخت سوالوں کا سامنا کرنا پڑا۔ وہاں کے لوگوں کو ابھی تک اعتبار نہیں ہے، اس کے لیے کہ وہ بار بار اپنا اعتبار کھو چکے ہیں کہ آیا جو کچھ ہمیں ملا ہے کیا واقعی یہ ہمیں ملے گا یا صرف ہوا میں رہے گا۔ اس کی یقین دہانی بھی کرانی ہو گی اور جس کے لیے میرے خیال میں بہت ہی ذمہ دار شخص میاں رضا ربانی صاحب کو سونپی گئی ہے کہ جو حقوق بلوچستان کو دیے جا رہے ہیں اس پر implement ہونا چاہیے۔

جناب والا! اسی طریقے سے پانچ ہزار بچوں کی services کا کہا گیا ہے، اس کے لیے interview اور test وغیرہ بھی ہو گئے ہیں، اس میں ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ ہمارے نہایت ہی ایماندار چیف سیکریٹری لہری صاحب اس میں ممبر ہیں، چیف منسٹر صاحب اور باقی لوگ بھی ہیں۔ اس کو شفاف بنانا ہو گا، یہ نہیں ہو گا کہ اس کی بھی district میں بٹوتی ہو جائے اور وہ لوگ جو شاید میرٹ کے حوالے سے کچھ بھی نہ ہوں، انہیں اس میں include کیا جائے۔ جناب والا! میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ جو حقوق دینے جا رہے ہیں ان حقوق پر اگر اسی وقت implement نہ ہوا تو شاید آنے والے وقت میں ہمیں اس کو قابو کرنا بہت مشکل ہو گا۔

جناب والا! آپ کو پتا ہے کہ پاکستان کے بہت سے علاقوں کے ساتھ گوادر اور گوادر کی ساحلی پٹی تربت، پنجگور جو کہ جونی تک پھیلی ہوئی ہے وہاں بہت بڑا flood آیا، وہاں اتنی تباہی ہوئی ہے کہ جن لوگوں کا روزگار تھا وہ آج نان نفقہ کے محتاج ہیں، وہ مچھیرے جو جال لے کر مچھلیاں ڈھونڈتے تھے آج ان کے جال گم ہو گئے ہیں، وہ کشتیاں کہیں ڈوب چکی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ آنے والے وقت میں ہم انہیں کیسے accommodate کریں گے۔ میں کمیٹی کی بھی شکر گزار ہوں، مجھے کبھی بھی محسوس نہیں ہوا کہ میں اپوزیشن یا کسی دوسری پارٹی کے ساتھ بیٹھی ہوں، تمام لوگوں نے نہایت اتحاد و اتفاق دکھایا، بے شک پانچ ارب روپے کی رقم معمولی ہے لیکن مختص کی گئی۔ میری Prime

Ministerصاحب سے request ہے کہ آپ ملتان میں ضرور development کریں مگر first priority پر بلوچستان کو لیں، گوادر کو لیں، جو علاقے سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں ان کو لیں۔

جناب! میں آخر میں دو چار باتیں آپ کو کہہ کر اجازت چاہوں گی۔ میں آپ کا وقت زیادہ نہیں لوں گی۔ اس قوم میں مجھے کہیں نہیں نظر آتا کہ جذبوں کی کمی ہو، یہاں ایماندار لوگ ابھی بھی موجود ہیں جو آج یہ بات کررہے ہیں۔ ہم جن اداروں کو تمام لوگوں کی ضروریات کاٹ کر پیسے دے رہے ہیں، ہمیں ان اداروں کو شفاف بنانا ہوگا۔ صحت، سائنس و ٹیکنالوجی، higher education ان تمام کے لیے ہمیں سوچنا ہوگا۔ یہ تو وہ چیزیں ہیں جن سے ادارے، ملک اور قوم بنتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس ٹیکنالوجی نہیں ہے، ہمارے پاس پی ایچ ڈی نہیں ہیں، ہمارے پاس ڈاکٹر نہیں ہیں، ہمارے پاس health care نہیں ہے تو ہم اس ملک کو کیسے چلائیں گے۔ ان چیزوں پر بھی ہمیں سوچنا ہوگا۔

جناب! 1947 میں انگریزوں اور ہندوؤں کے پیدا کردہ نہایت ہی نامساعد حالات میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ اس کے بعد 1965 کی جنگ میں آپ نے لوگوں کا جذبہ دیکھا۔ اس کے بعد 2005 میں زلزلہ دیکھا جس میں پاکستان کا ایک حصہ collapse ہو گیا مگر لوگوں کے جذبوں میں کمی نہیں آئی۔ لوگ دیوانہ وار بھاگے۔ سب نے اپنی بساط کے مطابق contribute کیا۔ ابھی کی بات لے لیں، NFC Award متفقہ طور پر pass ہوا۔ اٹھارہویں ترمیم کے معاملے میں ایک ایک پارٹی اور ایک ایک شخص نے اپنی inputs دیں اور دونوں Houses سے وہ ترمیم unanimously approve ہوئی۔

جناب! چند دن پہلے میں نے یہاں پر گوادر کے لیے ایک point اٹھایا تھا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ مجھے اس طرف سے بھی آواز آئی کہ ہماری پوری تنخواہ لی جائے۔ یہی جذبے ہیں۔ ابھی تک میں ناامید نہیں ہوں۔ مجھے امید ہے، مجھے معلوم ہے کہ پاکستان قائم رہے گا، اس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور وہی اسے قائم رکھے گا۔ ان جذبوں اور احساسات کے ساتھ، میں ایک اور درخواست بھی کروں گی کہ تمام نظام کو شفاف بنانے کے لیے، ہمیں کچھ اچھے لوگوں کو سامنے لانا ہوگا۔ وہ لوگ جن کی کارکردگی اچھی ہے، جن لوگوں نے پاکستان کے لیے کام کیا، وہ محب وطن لوگ جو آج بھی چاہتے ہیں کہ یہ ملک دوسرے ملکوں کی طرح پھلے پھولے۔ چھوٹے چھوٹے ملک ہیں، کوریا، جاپان، چین تو ماشاءاللہ بڑا ملک ہے، کن حالات سے نکل کر آج انہوں نے اپنی economy کو boom دیا۔ ایسے لوگوں کی پاکستان میں کمی نہیں

ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آنے والا کل پاکستان کا ہے۔ آنے والا بچہ ایک خوشحال بچہ ہوگا۔ میں اس امید اور دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ثابت قدم رکھے اور ہماری مدد فرمائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ اب میرا خیال ہے وقفہ کرلیتے ہیں۔ کیا دوپہر کو سیشن کریں؟ Sense of the House کیا ہے، دوپہر کو کرلیں کھانے کے بعد؟ کوئی آئے گا نہیں، کھانے کے بعد سست ہوجائیں گے۔ ٹھیک ہے۔ پھر کل صبح رکھیں یا کل شام، sense of the House کیا ہے؟ کل شام کو رکھیں پھر ساڑھے چار بجے؟ کل شام رکھ لیں گے۔ میرا خیال ہے پروفیسر صاحب**!** صبح رکھتے ہیں کیونکہ ابھی کچھ cut motions بھی ہیں اور کچھ speeches بھی باقی ہیں، پھر منسٹر صاحب نے wind up بھی کرنا ہے، ضرورت پڑی تو کل شام کو بھی کرلیں گے۔ اس لیے صبح رکھ لیتے ہیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میرا تو خیال یہ تھا کہ کل شام کو رکھیں اور پرسوں جمعہ کو صبح wind up کریں۔

جناب چیئرمین: جمعہ کو wind up کرلیں، آگے بھی تو بھیجنی ہیں National Assembly میں۔ کل صبح رکھ لیتے ہیں، پھر دیکھتے ہیں۔ کل صبح رکھ لیں گے ساڑھے دس بجے۔ جی بخاری صاحب**!** آپ کا کیا view ہے اس کے بارے میں، کل صبح رکھ لیں ساڑھے دس بجے؟ جی میاں صاحب؟

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب**!** میں آپ کو inform کردوں کہ National Assembly نے اپنا جو schedule بنایا ہے، وہ اسی حساب سے بنایا ہے کہ on the 14th day, we will be sending it to them.

جناب چیئرمین: ابھی خورشید شاہ صاحب سے بات ہوئی تھی، وہ کہہ رہے تھے اگر جلدی کردیں تو اچھا ہے تاکہ زیادہ deliberations ہوسکیں۔ There will be more deliberations, they will have more time to deliberate on the recommendations made by the Senate. This is the reason.

سینیٹر میاں رضا ربانی: ٹھیک ہے جناب۔

جناب چیئرمین: کل صبح رکھ لیں گے، ابھی lunch سے پہلے ایک speech اور کرالیتے ہیں، ساجد میر صاحب! آپ کی ہوجائے گی، باقی speeches کل ہوں گی یا دوپہر کو رکھ لیں؟ Sense of the House ہے کہ دوپہر کو نہ رکھیں ورنہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ گلشن سعید صاحبہ! اب lunch کا time ہوجائے گا، آپ کی speech کل ہوگی۔ جی ساجد میر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر ساجد میر: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بجٹ ہر سال پیش کیا جاتا ہے، اس کے حق میں اور اس کے خلاف تقاریر ہوتی ہیں جن کا شاید کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ ابھی جیسے دوست احباب کہہ رہے تھے، شاید ان کو سننے والا بھی کوئی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو نہ ہونے کے برابر لیکن بہرحال عوامی نمائندے ہونے کے ناتے، ہمارا فرض بنتا ہے کہ بجٹ جو ایک اہم ترین دستاویز ہے کسی حکومت کی معاشی اور سیاسی پالیسیوں کی، اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں۔ وہ جو اقبال نے کہا تھا:

اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندہ آزاد

جناب چیئرمین! ماہرینِ معیشت کے پاس، معیشت اور بجٹ کو جانچنے کے لیے بہت سے پیمانے ہیں، بہت سے micro اور macro-indicators ہیں لیکن عوام کے پاس، عام آدمی کے پاس ایک ہی پیمانہ ہے اور وہ پیمانہ، وہ litmus test یہ ہے کہ بجٹ اس کی زندگی میں کتنی آسانی پیدا کرے گا اور اس کی زندگی کی مشکلات کو کتنا کم کرے گا۔ اس کے پاس یہی litmus test ہے اور یہی پیمانہ ہے کہ بجٹ، مہنگائی اور مشکلات میں اضافے کا سبب بنتا ہے یا اس میں کمی کا سبب بنتا ہے۔

جناب والا! اس حوالے سے اگر دیکھیں تو بالکل واضح اور صاف نظر آتا ہے کہ 1999 سے 2007 تک عام اشیاء صرف، consumer goods استعمال کی چیزیں اور غذائی اجناس کی قیمتوں میں سو فیصد سے لے کر دو سو فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ یہ 2007 تک کی بات ہے۔ حالیہ دور میں گزشتہ دور کی نسبت بھی ضروری اشیاء کی قیمتوں میں 200 سے 300 گنا زیادہ اضافہ ہوچکا ہے۔ اس کے ساتھ عوام کو ملنے والی سہولیات کم سے کم تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ بجلی ہے، دوسری سہولیات ہیں، ان میں کمی نظر آتی ہے، اضافے کا کوئی سوال نہیں۔ صنعتیں بند ہورہی ہیں، مہنگائی بڑھ رہی ہے، capital flight بڑھ رہی ہے، سرمایہ ملک سے باہر جارہا ہے۔ یہ عوام کی assessment ہے، یہ میڈیا کی

assessment ہے۔ جہاں تک حکومت کی اپنی assessment کا تعلق ہے، آپ State Bank کی report دیکھ لیں یا حکومت کا جاری کردہ Economic Survey دیکھ لیں، اس میں بھی اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ اس اثناء میں، اس دورِ حکومت میں، ملک کے اندرونی و بیرونی قرضے بڑھے ہیں، بے روزگاری بڑھی ہے اور صاف اور دو ٹوک الفاظ میں ان surveys نے یہ کہا ہے کہ معاشی حوالے سے حکومت کی کارکردگی تسلی بخش نہیں رہی ہے۔ اس بجٹ میں عوام کو یا کم از کم سرکاری ملازمین کے فائدے اور مطلب کی بات یہ ہے کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں پچاس فی صد اضافہ کیا گیا جو کہ ایک بہت ہی مناسب بات ہے۔ اگرچہ ان کی ضرورت کے مطابق نہیں لیکن ایک اچھا اضافہ ہے لیکن یہ تو ایک ہاتھ سے دینے اور دوسرے ہاتھ سے لینے کے مترادف ہے کہ ایک طرف آپ تنخواہیں بڑھائیں، دوسری طرف آپ VAT لاگو کریں اور Sales Tax میں اضافہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ صرف تنخواہیں بڑھائیں گے تو اس سے inflation زیادہ ہوگی۔ اس لیے صرف تنخواہوں میں اضافہ، عوام کے مسائل کو حل نہیں کرسکتا۔ شاید احمد ندیم قاسمی نے کہا تھا:

میں سیم وزر میں اضافے سے جی نہیں سکتا
جو کرسکو تو میری بھوک کا علاج کرو

جناب چیئرمین! بھوک کا علاج کیسے ہوتا ہے۔ معیشت کی ترقی کیسے ہوتی ہے؟ معیشت کی ترقی سے بھوک کا علاج ہوتا ہےاور معیشت کی ترقی کیسے ہوتی ہے؟ Infrastructure کے بڑھنے سے، زراعت پر خرچ کرنے سے، زراعت کو ترقی دینے سے، production ملک میں زیادہ کرنے سے، cost of production کم کرنے سے، یہ وہ چیزیں ہیں جو معیشت کو ترقی دیتی ہیں اور اس حوالے سے بھوک کو بھی کم کرتی ہیں۔ اس بجٹ میں infrastructure کی ترقی، بڑے dams کی تعمیر پر کیا خرچ کیا جارہا ہے؟ عوام کو اور صنعتوں کو بجلی دینے کے لیے کیا کیا جارہا ہے؟ اس کے بارے میں کوئی قابلِ ذکر اور قابلِ تحسین بات مجھے نظر نہیں آئی۔

جناب چیئرمین! حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بجٹ عوام دوست ہونے کا دعویٰ تو ضرور کرتے ہیں لیکن عوام دوست نہیں ہوتے، امیر دوست ہوتے ہیں۔ یہ elite class friendly budget ہیں، بالائی طبقے کے فائدے کو سامنے رکھ کر بنائے جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو پھر جیسے حاجی عدیل صاحب کہہ رہے تھے اور میں بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ زرعی آمدنی پر tax کیوں نہیں لگایا جاتا؟ میں زرعی ٹیکس نہیں کہہ رہا، زرعی آمدنی پر ٹیکس کیوں نہیں لگایا جاتا؟ اس کے ساتھ میں یہ اضافہ کرنا چاہتا

ہوں کہ wealth tax جو گزشتہ دورِ حکومت میں abolish کیا گیا تھا، ختم کیا گیا تھا، میں بھی تھوڑا بہت دیتا تھا، میں پوچھتا ہوں اس wealth tax کو کیوں abolish کیا گیا۔ اس وقت بھی میں نے کہا تھا۔ اس wealth tax کو دوبارہ عائد کرنا چاہیے، امیروں پر لگانا چاہیے جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ پراپرٹی کی خریدوفروخت پر tax کیوں نہیں لگایا جاتا؟ Stock Exchange کی آمدنی پر ٹیکس کیوں نہیں لگایا جاتا، اتنے سالوں سے ہم چیخ رہے ہیں، آخر بالائی طبقے یا elite class کیوں اس کے راستے کا روڑا اور رکاوٹ بنتی ہے اور عوام کے لیے مشکلات میں اضافے کا سبب بنتی ہے؟ اس کے برعکس عوامی استعمال کی چیزوں پر tax لگایا جاتا ہے، VAT لگایا جاتا ہے جس کا نیچے آخری آدمی تک بھی اثر پہنچے گا۔ Sales Tax میں اضافہ کیا جاتا ہے جس کا عام آدمی پر اثر پڑے گا۔ دعوے اور ہیں اور عمل اور۔ وہ جو کہا گیا کہ:

پیاسوں سے ہمدردی رکھی جاتی ہے
اور بادل اپنے گھر برسایا جاتا ہے

بالائی طبقے اور بجٹ بنانے والے طبقے یہی کر رہے ہیں۔ وزراء کی تنخواہوں میں خواہ دس فی صد کی علامتی کمی ہے، خیرمقدم کی مستحق ہے، اچھی بات ہے لیکن اصل ضرورت، وزراء، بیورو کریٹس اور اراکینِ پارلیمنٹ اور چیئرمین کمیٹی کی including myself مراعات میں کمی، یہ اصل مسئلہ ہے۔ مفت فون کی بیش بہا سہولتیں اور مفت کالیں، ٹرانسپورٹ کی سہولیات، پٹرول اور ڈیزل پر خرچ اور دوسری سہولیات میں کمی اصل مسئلہ ہے۔ آپ محکموں کو بھی دیکھیں، واپڈا ہے، بینک ہیں، فون کا محکمہ ہے یا کوئی بھی محکمہ ہے، ان کے اعلیٰ افسروں کی مراعات کیا ہیں؟ ان کی صرف تنخواہیں منظرِ عام پر آتی ہیں لیکن جو ان کی مراعات ہیں، مثال کے طور پر محکمہ مواصلات کے اعلیٰ افسران کو ان کی ریٹائرمنٹ کے بعد بھی مفت فون کی سہولت جاری رہتی ہے۔ اسی طرح واپڈا کے اہلکار اور افسر مفت بجلی سے آج بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو control کرنے کی ضرورت ہے۔ تنخواہوں میں اضافہ یا کمی مسئلے کا حل نہیں ہے۔

اگر سادگی اختیار کرنی ہے، اگر کفایت شعاری کی بات کرنی ہے، اگر واقعی austerity آپ کا مقصد ہے تو اس کی ابتدا اوپر سے ہونی چاہیے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جس طرح وزرا کی تنخواہوں میں ایک علامتی کمی کی گئی، اسی طرح ایوانِ صدر اور ایوانِ وزیرِ اعظم کے اخراجات میں بھی تھوڑی بہت کمی کی جاتی لیکن ہوا کیا ہے؟ کمی کرنے کی بجائے ایوانِ صدر کے اخراجات میں گزشتہ سال کی نسبت ساڑھے

تین کروڑ کا اضافہ تجویز کیا گیا ہے، جس سے ایوانِ صدر کے سالانہ اخراجات 42 کروڑ ہو جائیں گے۔ گویا کہ اس غریب ملک کا ایوانِ صدر روزانہ کی بنیاد پر تقریباً بارہ یا پونے بارہ لاکھ روپے خرچ کرے گا۔ پونے بارہ لاکھ روپے عوام کی جیبوں سے نکال کر روزانہ کا خرچ ہے، ماہانہ نہیں روزانہ خرچ ہے ایوانِ صدر کا۔ اس کے ساتھ جنابِ صدر کے غیر ملکی دوروں کی مد میں بھی اضافہ ہوا ہے، کمی نہیں ہوئی، نہ انہیں static رکھا گیا ہے، اضافہ ہوا ہے خواہ وہ ڈیڑھ کروڑ کا اضافہ ہے۔ اب وہ تقریباً پونے اکتیس کروڑ اپنے بیرونی دوروں پر خرچ کر سکیں گے۔ اس سے بھی زیادہ اس کی بعد میں منظوری دے دی جائے گا۔ اگر اس کا تھوڑا سا حساب لگایا جائے تو ماہانہ تقریباً اڑھائی کروڑ روپے اس غریب ملک کے صدر کے صرف بیرونی دوروں کے لیے رکھے گئے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ صدر صاحب کی جن لوگوں نے جیل میں خدمت کی، جو ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے، جو ان کے چہیتے ہیں، ان کو ساتھ لے کر بڑے بڑے وفود کی شکل میں جاتے ہیں صدر بھی اور وزیرِاعظم بھی۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟ اگر کوئی بہت ضروری دورہ ہے اور آپ نے جانا ہے، ملک کے فائدے کا دورہ ہے تو دو چار پانچ بندوں کو لے کر جائیں۔ تیس تیس، پچاس پچاس لوگوں کو لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟

جناب! اسی طرح ایوانِ وزیرِاعظم کی بات ہے۔ ایوانِ وزیرِاعظم کے اخراجات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ پرائم منسٹر سیکرٹریٹ کے اخراجات میں تقریباً ساڑھے پانچ کروڑ کا اضافہ ہوا ہے اور اب وہ 42 کروڑ 80 لاکھ ہوں گے یعنی ماہانہ تقریباً ساڑھے بارہ کروڑ روپے، پرائم منسٹر سیکرٹریٹ پر خرچ ہوں گے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی ایک وجہ صرف یہ ہے، خواہ چھوٹی وجہ ہے لیکن وہ یہ ہے کہ ملازمین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جو آیا اس نے نوازنے کے لیے لوگ رکھے، ملازمین کی تعداد بڑھائی۔ بھارت، برطانیہ، امریکہ اور دوسرے ملکوں کے مقابلے میں ہمارے ایوانِ صدر اور ایوانِ وزیرِاعظم کے کئی گنا زیادہ ملازمین ہیں۔

جناب! اپنے گھر کے بارے میں بھی بات کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ سینیٹ کے اخراجات میں تقریباً 9 کروڑ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے، اب یہ 90 کروڑ سالانہ ہوں گے، تقریباً ساڑھے سات کروڑ ماہانہ کا حساب سمجھ لیں۔ اسی طرح قومی اسمبلی کے اخراجات میں 38 کروڑ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اب یہ ایک ارب ستر کروڑ کے قریب ہوں گے یعنی ماہانہ تقریباً ساڑھے چودہ کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ جناب! اس حوالے سے میں یہ بھی کہنا چاہوں گا، یہ جو بات میں نے کر دی ایک عوامی دستاویز اب بن گئی لیکن بہت سی باتیں internal اخراجات کے بارے میں ہیں۔ جتنے بھی پاکستان کے اندر محکمے ہیں،

ministries ہیں ہم ان کے اخراجات اور طریقہ کار کے بارے میں سوال کرسکتے ہیں لیکن اپنے گھر کے بارے میں ہم سوال نہیں کرسکتے۔ پچھلے دورِ حکومت میں، میں نے rules پڑھے تھے لیکن میں نے سوچا test تو کریں، میں نے پوچھا کہ کتنی کاریں اس مخصوص مدت میں خریدی گئیں، فلاں فلاں مد میں کتنے اخراجات ہوئے ہیں تو مجھے جواب ملا کہ آپ rules پڑھیں، فلاں rule کے تحت آپ چیئرمین کو خط لکھ کر اس کا جواب لے سکتے ہیں لیکن House میں یہ بات آپ نہیں اٹھا سکتے۔ میں سمجھتا ہوں جہاں اٹھارہویں ترمیم آئی ہے، جہاں rules کی تبدیلی کی بات ہوئی ہے، وہاں ایسے rules بھی تبدیل ہونے چاہییں، ہمیں اپنا آپ بھی لوگوں کو دکھانا چاہیے کہ ہم کیا کررہے ہیں، ہمارے گھر کے اندر کیا ہورہا ہے؟ لوگوں کو یہ جاننے کا حق ہونا چاہیے۔ Right to information کیا صرف باہر تک ہے، ہمارے گھر تک نہیں ہے؟ یہ right ہمارے گھر کے اندر بھی آنا چاہیے اور لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم یہاں کیا کررہے ہیں اور کتنے اخراجات کررہے ہیں۔

میں اگر اکیلا کہوں تو اس کا فائدہ کوئی نہیں کہ میں رضاکارانہ کمی کرتا ہوں، یہ تو صرف میڈیا کے لیے ایک بات ہوگی لیکن فائدہ اس بات میں ہے، پرویز مشرف کے دور میں parliamentarians کی تنخواہوں میں بے تحاشا اضافہ کیا گیا، ہماری بہن کلثوم پروین صاحبہ کہہ رہی تھیں کہ بہت تھوڑی تنخواہ ملتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ مراعات اور دوسری چیزیں ملا کر وہ کچھ کم نہیں ہے، اس میں دگنا تگنا اضافہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسے واپس لانا چاہیے اسی معیار پر جس معیار پر وہ تھی۔ مہنگائی کے اعتبار سے تھوڑا بہت، دس بیس فی صد اضافہ ٹھیک ہے لیکن دگنا تگنا کرنے کا اس وقت بھی کوئی جواز نہیں تھا اور آج بھی کوئی جواز نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! یہ جو اعلیٰ طبقات اور بالائی طبقات پر اخراجات ہو رہے ہیں، اس کے بارے میں خلافتِ راشدہ کی اگر میں مثال دوں تو شاید یہ سمجھا جائے گا کہ جی وہ تو بہت بڑے لوگ تھے لیکن وہ مثال دینی چاہیے۔ سیدنا فاروقؓ کے دور میں قحط پڑا۔ آج ہمارے ہاں بھی معاشی قحط ہے، شکر ہے لوگوں کو کسی نہ کسی طرح سستی یا مہنگی روٹی مل رہی ہے لیکن انہوں نے کیا کیا۔ انہوں نے رضاکارانہ طور پر اپنی خوراک اتنی کردی جس طرح کہ عام قحط زدہ آدمی کی خوراک ہوتی ہے۔ تاریخ میں لکھا ہے (عربی کا جملہ) یہاں تک کہ آپ کی صاف ستھری سفید رنگت کالی پڑگئی لیکن انہوں نے رضاکارانہ طور پر عوام کا ساتھ دیا، عوام کی سختیوں کو اسی طرح جھیلا۔ جناب! وہ تو بہت بڑی مثال ہے، میں ذرا قریب آنا چاہتا ہوں، یہ تصویر جو آپ کے اوپر لگی ہے، صرف ایک تصویر لگی ہے، ان کی اچھی باتوں کو نہ ہم سننے،

نہ پیروی کرنے اور نہ اپنانے کے لیے تیار ہیں۔ میں صرف ایک مثال دیتا ہوں، میں ایوانِ صدر اور ایوانِ وزیرِ اعظم کی بات کررہا تھا، جناب والا! قائدِ اعظم محمد علی جناح کے لیے صرف ایک باورچی کا اضافہ ہوا اور وہ اس لیے ہوا کہ وہ بیمار تھے، ان کے کھانے کی رغبت کم ہو گئی تھی تو کسی نے کہا کہ فلاں باورچی جو کہ ان کا پسندیدہ ہے، اسے لاہور سے بلاؤ اور اس سے کھانا پکواؤ۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے وہ کھانا پسند کیا اور کہا کہ یہ کھانا کس نے پکایا ہے۔ بتانے والوں نے انہیں بڑی خوشی سے بتایا کہ ہم نے آپ کی پسند کا باورچی لاہور سے تلاش کیا اور اسے یہاں بلایا۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے میری ذاتی cheque book لاؤ، ان سے پوچھا کہ اس کو بلانے پر کتنے اخراجات آئے ہیں اور اب تک اس کو کتنے پیسے دیے جا چکے ہیں، اتنی رقم کا cheque اپنے ذاتی account سے کاٹا اور کہا کہ یہ اس کو دو اور اسے رخصت کرو۔ جناب والا! یہ مثال ہمارے قائدِ اعظم کی ہے۔ ہم ان کی پیروی کس طرح کر رہے ہیں کہ ایوان صدر اور ایوان وزیرِ اعظم میں سرکاری خرچ پر ہزاروں ملازمین پل رہے ہیں۔ ایک طرف یہ اخراجات ہیں تو دوسری طرف تعلیم جیسے ضروری اور اہم ترین شعبے کے اخراجات میں سات ارب روپے کی کمی کی گئی ہے۔ صحت جیسے ضروری شعبے پر چھ ارب روپے کی کمی کی گئی ہے۔ جناب والا! قوم سے یہ مذاق کب ختم ہو گا؟ نہیں ہو گا تو ایک دن قوم ہمارا گریبان پکڑے گی۔ میں جناب رضا ربانی صاحب کی تائید کرنا چاہتا ہوں کہ پھر قوم ہمارا گریبان پکڑے گی اور وہ قوم پکڑے گی آج جس کا گریبان ہم نے چاک کیا ہے، قوم کے گریبان کی طرف دیکھیں قبل اس کے کہ ہمارا گریبان پکڑا جائے۔ یہ غربت سے چاک گریبان، یہ بچوں کو تعلیم نہ دے سکنے کی وجہ سے چاک گریبان، بجلی نہ ملنے اور گرمی کی شدت برداشت کرنے سے چاک گریبان، مہنگائی سے چاک گریبان کی طرف دیکھیں ورنہ بہت دیر ہو جائے گی لیکن کون سنے گا؟ کون جانے گا؟ اعزاز آذر نے پنجابی کے شعر میں کہا تھا کہ:

ایہوتے اک گل اے جیہڑی کسے دے پلے پیندی نئیں
اک دن جھنڈے بن جاندے نے گل دیاں پاٹیاں لیراں دے

جناب والا! ہمارے دوست رضا ربانی صاحب نے بہت اچھی تقریر کی۔ میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ وہ اپوزیشن سے نکل آئے ہیں لیکن اپوزیشن ان کے اندر سے نہیں نکلی۔ اس لیے میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ آپ Leader of the House نہیں بنے کیونکہ آپ اس کے اہل نہیں ہیں، آپ Leader of the Opposition بننے کے اہل ہیں۔

جناب چیئرمین: ساجد میر صاحب conclude کرلیں۔

سینیٹر پروفیسر ساجد میر: انہوں نے بہت اچھی باتیں کیں۔ وہ اردو اور انگریزی کے اچھے خطیب ہیں لیکن شاید شاعر نہیں ہیں۔ شاعر تو میں بھی نہیں ہوں لیکن بزبانِ شاعر آج عوام جو کچھ محسوس کررہے ہیں، جو بات کررہے ہیں وہ بات کرکے آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ:

غریب ماں باپ کے گھرانوں میں بے شک ہم نے جنم لیا ہے
یہی خطا ہے میرے خداؤ مگر یہ کوئی خطا نہیں ہے
ہماری اولاد کے مصائب تمہاری اولاد تک بھی پہنچیں
ہمارے ذی شان رہنماؤ یہ آرزو ہے دعا نہیں ہے
تمہارے سینے میں دل تو ہوگا جو ہو سکے تو اسی سے پوچھو
کہ تم نے جو قوم سے کیا ہے تمہی کہو ناروا نہیں ہے

بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. The House stands adjourned to meet again on Thursday, the 17th June, 2010 at 10:30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Thursday, the 17th June, 2010 at 10:30 a.m.]